متاعِ غالبؔ

انتخابِ غزلیاتِ فارسی

از

مرزا جعفر حسین

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ
۱۹۶۹ء

متاعِ غالب

سلسلۂ مطبوعات غالب صدی : ۱

متاعِ غالب

انتخابِ غزلیاتِ فارسی

از

مرزا جعفر حسین

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۶۹ء

Si
891.5/22
JAF
Ac. No. 2710

متاع غالب

انتخاب : مرزا جعفر حسین

مطبع : لکشمی پرنٹنگ ورکس دلی۔۶

ناشر : علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

تاریخِ اشاعت : فروری ۱۹۶۹ء

قیمت : ۷ روپے

میں

اپنی اس ناچیز کاوش کو بفخر و مسرت

مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم

کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے ارشادات سے میں نے

اپنی زندگی کے بہت سے شعبوں میں رُشد و ہدایت حاصل کی ہے۔

گیرم کہ، بیفشاندنِ الماس نیرزم

مشتے نمک سُودہ بزخمِ جگرم ریز

مرزا جعفر حسین

پیش لفظ

کسی نے بڑی پتے کی بات کہی ہے کہ ہندستان میں فارسی شاعری کا آغاز ایک ترکِ لاچین (امیر خسرو) سے اور خاتمہ ایک ترکِ ایبک (غالب) پر ہوا۔ یہ قدرت کی ستم ظریفی ہے کہ غالب کو اپنی فارسی شاعری پر ناز تھا اور اردو کو "بیرنگِ منت" کہتے تھے، لیکن بقائے دوام کا سہرا اردو کے مختصر دیوان کے سر رہا۔ فارسی کے وہی اشعار لوگوں کو یاد ہیں جو اردو سے ہم رشتہ ہیں۔

غالب کے زمانے میں کیا، میرے ہوش تک ہندستان میں فارسی کا رواج عام تھا۔ اکثر حضرات ایک دوسرے کو اردو کے بجائے فارسی میں خط لکھتے تھے۔ علاوہ بریں غالب کو اپنے فطری رجحان اور طبعی مناسبت کی بنا پر فارسی سے شغف تھا۔ جدت پسند بھی تھے اور فارسی کے جس شاعر کے کلام میں اُپچ نظر آتی تھی، وہی بات اپنے کلام میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ مگر اپنی انفرادیت کو اس کا متبع نہیں کر دیتے تھے۔ ابتدا بیدل، ناصر علی سرہندی اور غنی کاشمیری سے ہوئی۔ مگر جب ذہن پختہ ہوا تو عرفی، نظیری، ظہوری اور حزین کی طرف جھکے اور ان کے ہمسفر ہوئے۔ ان لوگوں کی خصوصیت، نفاست اور لطافت کے ساتھ مضمون آفرینی، تشبیہ و استعارہ کی نزاکت اور طرزِ ادا کی دلکشی ہے۔ مگر میرا خیال ہے (ممکن ہے کہ غلط ہو) کہ غالب کے یہ پیشرو کہیں کہیں جذبات کا جوش دے دیتے ہیں، اس سے غالب کے کلام کا بیشتر حصہ محروم ہے مثلاً

عُرفی: صد شیشۂ پُر گلاب بشکست — پیغامِ وصال در دماغم
پرسید دلت شکستہ کیست — در زیرِ لبم جواب بشکست

نظیری: ز فرق تا قدمش ہر کجا نظر فگنم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

پیشِ لفظ

[عام طور پر پہلا مصرع یوں مشہور ہے : زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم۔ میں نے
جس طرح مصرع لکھا ہے، ایک قلمی نسخہ سے لیا ہے۔ ضمیرِ غائب تھی، وہ پیدا ہوگئی۔
'نظر فگنم' میں جو اضطراب واشتیاق ہے، وہ 'می نگرم' میں کہاں !]

ظہوری :

از کف نمی دہد دلِ آسان ربودہ را | دیدیم زورِ بازوے ناآزمودہ را
نظارہ را زخونِ دلم گل در آستیں | خونش مگو، بگو کہ زچشمم چمن چکید

خود غالب نے کلیاتِ فارسی کے خاتمے پر جو تقریظ لکھی ہے، اس میں اپنے پیشروؤں عرفی، نظیری وغیرہ سے بہرہ مند ہونے کا اعتراف کیا ہے ؛ اور حق یہ ہے کہ اُن کی رہنمونی میں غالب کی طبعِ وقّاد نے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں۔

میری دعا ہے کہ برادرِ عزیز میرزا جعفر حسین سلمٰہ کا انتخابِ کلامِ غالب مقبول اور ان کی سعی مشکور ہو۔

اثر لکھنوی

۲۱ اگست ۱۹۵۷ء

تعارف

شعروادب کی دیوی بڑی خاموشی اور سادگی سے دلوں کو اپنی پرستش پر مائل کرتی ہے۔ اس کی دزدیدہ نگاہی ایسے جادو جگاتی ہے جس کے اثر سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اُس کی اداؤں کی خوشگوار نشتر زنی احساسات کو بیداری اور جذبات کو دردمندی کی دولت عطا کرتی ہے؛ اور اس کے حُسن کی دلآویزی ذوقِ نگاہ کی تربیت کر کے معیارِ اقدار کی تلاش پر اُکساتی ہے۔ جن دلوں کو سوز و گداز اور ذوق و بصیرت کا سرمایہ ودیعت ہوا ہے، وہ ضرور اس دیوی کے پرستاروں میں نظر آتے ہیں۔ مرزا جعفر حسین بھی انھیں میں سے ایک ہیں: عملاً ایک وکیل اور سیاسی کارکن، طبعاً "کنارِ آبِ رکنا باد و گلگشتِ مُصلّےٰ" کے جویا۔ غمِ دوراں کی سفاکیوں اور جان لیوا مصروفیتوں میں کھو کر اس رنگین دنیا سے دور ہو جاتے ہیں اور چند لمحوں کی فرصت میں بھی اپنے ذوقِ شعروادب سے آسودگی حاصل کرتے ہیں۔ اس کا ایک ذریعہ مرزا غالب کے کلام کا مطالعہ بھی ہے، جس کا سلسلہ بچپن ہی سے جاری ہے۔ مرزا غالب اور مرزا جعفر حسین میں جو قدرِ مشترک ہے، وہ "مغل بچہ" ہونے پر فخر ہے اور دوسری مناسبتیں اسی رابطے کا نتیجہ ہیں۔ دونوں کے درمیان پوری ایک صدی حائل ہے، وہ صدی جس نے ہندوستان کا ذہن اور مزاج بدل دیا جس نے اس سے حسنِ عجم سے دلبستگی کا جذبہ چھین لیا اور غمِ زندگی کے احساس کو غمِ جاناں پر حاوی کر دیا۔ پھر بھی مرزا غالب کے افکار و خیال کا بہت سا حصہ نہ صرف مرزا جعفر حسین کے لیے بلکہ بہت سے دوسرے دل باختگانِ شیوۂ محبت کے لیے اب بھی سکون بخش ہے۔ اس "گنجینۂ معنی کے طلسم" میں آج بھی نظر بندی کی صلاحیت موجود ہے۔ کسی نے ان کے کلام کو سمجھا، کسی نے مہمل قرار دیا، کسی نے تاویل کی اور کسی نے اعترافِ عجز؛ لیکن تقریباً سو سال کے اندر جتنا مطالعہ غالب کا کیا گیا ہے، کسی اور شاعر کا نہیں ہوا۔ کتابیں، مضامین، رسائل، تحقیقی مقالے، عقیدتمندانہ خراجِ تحسین اور مخالفتیں سب یکجا کر دی جائیں،

تعارف

تو نہ جانے کتنے دفتر تیار ہو جائیں۔ لیکن ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ کیونکہ لوگ، دوسروں کی کاوشوں کو اپنے لیے "بقدرِ ذوق" نہیں پاتے۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ لوگ غالب کو اپنے آئینے میں اور غالب کے کلام کو آئینہ بنا کر اُس میں اپنی شخصیت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

مرزا جعفر حسین نے غالب کی فارسی غزلوں کا انتخاب کیا ہے اور انتخاب کا پیمانہ ذرا وسیع رکھا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اُن کا ذوق دوسروں کی تسکین کا باعث بھی بن سکے۔ انتخاب میں شخصی اور ذاتی رجحان ضرور جگہ پا جاتا ہے، چنانچہ خود غالب نے اپنے کلام کو جو انتخاب کیا، وہ بہت سے غالب کے پرستاروں کی کسوٹی پر پورا نہیں اُترتا۔ اور تو اور میر تقی میر جن کی نگاہِ انتخاب اچھی خاصی کڑی تھی، نکات الشعراء میں اپنا انتخاب نہ کر سکے؛ اُس میں وہ سیکڑوں اشعار غائب ہیں جو دلوں کو برماتے اور قلب کو تڑپاتے ہیں۔ غالب نے جو یہ کہا تھا کہ اُن کے شعروں کے انتخاب ہی نے انھیں رسوا کیا، ورنہ ان کے دل کا معاملہ پوشیدہ رہتا، تو اس کا یہی مطلب ہے کہ انتخاب کرنے والا اپنی ذہنی کیفیت اور اپنی قلبی حالت کا عکس ایک شاعر کے کلام میں ڈھونڈتا ہے؛ جب وہ مل جاتا ہے، تو وہ شاعر کی خصوصیات اور امتیازی کیفیات کو بھول کر اپنی پسند پر اس طرح وجد کرنے لگتا ہے کہ گویا یہ اُسی کے دل کی بات ہے۔ انتخاب کے ساتھ یہ نفسیاتی عمل جاری رہتا ہے اور بالکل بے لاگ ہو کر کسی کے کلام کا مطالعہ اور انتخاب تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس انتخاب کو بھی اسی نظر سے دیکھنا چاہیے۔

جس قدر زمانہ گذرتا جاتا ہے، فارسی کا ذوق ہندستان میں کم ہوتا جا رہا ہے۔ فارسی جدید کے رواج کی وجہ سے خود ایران کا ذوقِ شعری ایک ایسے دور سے گذر رہا ہے جس میں قدیم فارسی ادب کی شاعرانہ خصوصیات اور رنگین بیانی سے وابستگی کم نظر آتی ہے۔ ایرانِ جدید کا نقاد صرف چند قدیم شعراء کو اہمیت دیتا ہے، باقی محض تاریخِ ادب میں تاریخی حیثیت سے جگہ پانے کے مستحق ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ ہندستان کے فارسی شعراء محض ہندستانی ہونے کی وجہ سے ایرانیوں کو متوجہ نہیں کرتے، بلکہ یہ بے توجہی تو اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جو فارسی شعرائے ایران گردشِ روزگار سے ہندستان میں آ بسے، وہ بھی ان کی نگاہ میں نہیں سماتے لیکن ہمیں اس شکوے کا حق ہی کہاں حاصل ہے اور اگر ہو بھی، تو زیادہ سے زیادہ اپنے ہی گریبان پر زور چل سکتا ہے۔ لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہندستان کا فارسی دان آج بھی خسرو، سعدی، حافظ، عراقی، جامی،

متاعِ غالب

عرفی، نظیری، ظہوری، صائب، طالب اور حزیں کی غزلوں پر سر دھنتا ہے، اُن کی زبان و بیان کی ندرتوں، نازک خیالیوں، بلند پروازیوں اور سادہ کاریوں سے کیف حاصل کرتا ہے، اس کا ذوقِ سخن سنجی ہندستان اور ایران کی شاعری میں معمولی لسانی فرق کے علاوہ اور کوئی امتیاز کرنے کو تیار نہیں۔ اُس کے ہمہ گیر ذوق میں یہ شعراء چاہے جہاں بھی بستے ہوں، اپنی نغمہ سرائی کے لحاظ سے "عندلیبانِ گلشنِ عجم" ہیں؛ قومی مزاج اور تاریخی حالات کے فرق نے اُن کی راہیں کسی قدر ضرور بدل دی ہیں، لیکن اُن میں سے ہر ایک نے زبان و بیان کے امکانات کی حدیں وسیع کی ہیں اور نہاں خانۂ حیات میں داخل ہو کر فطرت کے رازہائے سربستہ کو فاش کرنے کی جد و جہد کی ہے۔ یہی ان شعراء کی عظمت ہے اور یہی مدارج میں فرق کے باوجود، انھیں ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے گوہرِ آبدار کی حیثیت دلاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ غالب کی فارسی شاعری آج بھی مطالعے کی مستحق ہے اور قحطِ خریداری سے پختہ ہو کر اب یہ شراب اُس جگہ پہنچی ہے، جہاں اس کے گرد خریداروں کا ہجوم ہونا چاہیے کہ وہ فارسی کے ہندستانی شاعر تھے۔ ایرانی اُن کی فارسی دانی کے قائل نہیں، ہندستانی فارسی سے نابلد ہوتے جا رہے ہیں، اب ان "نقشہائے رنگ رنگ" کو کون دیکھے! لیکن انصاف یہ ہے کہ جو شخص بھی مرزا جعفر حسین کا یہ انتخاب دیکھیگا وہ یہ نہیں کہہ سکیگا کہ ان بیش بہا جواہرات کی جگہ عالمی خزانۂ ادب میں نہیں ہے۔

یہ انتخاب اس وجہ سے کہ محض غزلوں کا انتخاب ہے، غالب کے تفکّر اور تخیّل کی مکمل نمائندگی نہیں کرتا؛ لیکن اس کی افادیت اس طرح ضرور بڑھ گئی ہے کہ ظہوری، نظیری اور عرفی کی ہم طرح غزلوں سے بھی ایسے اشعار منتخب کر لیے گئے ہیں، جو ان زمینوں میں بہترین اشعار کہے جا سکتے ہیں۔ غالب کے فطری ذوق پر جس طرح ان شعراء کے مطالعہ نے جِلا کی تھی، اس کا اعتراف خود غالب نے کیا ہے اور مرزا جعفر حسین نے بھی اپنے مقدمہ میں اُسے نمایاں کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ غالب نے انھیں منزل نہیں رہنما سمجھا، اور رہنمائی کے بارے میں ہمیں غالب کا یہ اردو شعر نہیں بھولنا چاہیے:

لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں
مانا کہ اک بزرگ ہمیں ہمسفر ملے

غالب اُن کے پیرو نہیں، ہمسفر ہیں۔

تعارف

مجھے یقین ہے کہ مرزا جعفر حسین کی اس کاوش اور دیدہ ریزی کی داد اربابِ نظر سے ضرور ملے گی۔

سید احتشام حسین

۱۲ اگست ۱۹۵۷ء

اردو کی دنیائے شاعری میں مرزا غالب ایک بلند مقام کے مالک ہیں۔ ندرت و بلندیِ خیال، حُسنِ تعلیل وطرزِ ادا، تعمق و تفکر، جذبات کی بلندی اور احساسات کا ترفع، سلاست و روانی، بلاغت و دقت پسندی، سنجیدگی و ظرافت، حُسن و عشق کی داستانیں، غمِ روزگار کی حکایتیں، سب ہی کچھ مرزا کے یہاں موجود ہے، اور فراوانی کے ساتھ موجود ہے۔ انسان کے شعبہ ہائے حیات اور کردار بلند کی شاہراہوں میں سے کوئی ایسی منزل نہیں ہے، جہاں مرزا کا تخیل کارفرما نہ ہوا ہو اور جہاں ان کی قوتِ تخلیق باحسن وجوہ کامیاب نہ رہی ہو۔ ممتاز شعراء کے دواوین میں مرزا کا اردو دیوان اپنے تمام اختصار کے باوجود شعری خصوصیات کے تمام محاسن اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ اور آج ہم بجا طور سے کہہ سکتے ہیں کہ اردو ادب کو مرزا غالب کی شاعری پر ناز ہے اور یہ ناز باقی رہیگا۔

اسی کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اردو کا مایۂ ناز شاعر جو اردو کو اپنی زبان مانتا تھا اور جس نے عارف کی مدح کرتے ہوئے ایک قطعہ میں یہ کہا تھا کہ:

اے کہ میراث خوارِ من باشی — اندر اردو کہ آں زبانِ منست

اپنے مجموعۂ اردو کو "بیرنگِ منست" قرار دیتا ہے اور اپنے فنِ شعر کا ذکر کرتے ہوئے اپنے فارسی کلام پر ناز کرتا ہے اور ادب نواز ہستیوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ:

فارسی بیں تا ببینی نقشہائے رنگ رنگ — بگزر از مجموعۂ اردو کہ بیرنگِ منست

فارسی بیں تا بدانی کاندر اقلیمِ خیال — مانی و ارژنگم و آں نسخہ ارژنگِ منست

مرزا غالب کے اس قول سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی نظر میں مجموعۂ اردو کے مقابلے میں فارسی کا کلام کہیں زیادہ وقیع تھا۔ وہ مجموعۂ اردو کو "بیرنگِ منست" قرار دیتے تھے اور فارسی کلام میں "نقشہائے رنگ رنگ"

پاتے تھے۔ اور ان نقشہائے رنگ رنگ کی وجہ سے اقلیم خیال میں اپنے کو مانی و ارژنگ قرار دیتے ہوئے اپنے دیوانِ فارسی کو ارژنگ کا مرتبہ دیتے تھے۔ مرزا کا یہ خیال بڑی حد تک صحیح تھا۔ اُن سے صرف اتنا ہی اختلاف کیا جاسکتا ہے کہ اُن کے مجموعۂ اردو کو کسی طرح بھی "بیرنگ" نہیں قرار دیا جاسکتا۔ لیکن فارسی کلام کے بارے میں انھوں نے جو کچھ کہا ہے، وہ یقیناً صداقت پر مبنی ہے۔

مرزا کے فارسی کلام میں استادی کی جھلک پوری طرح موجود ہے۔ اور اس کا موجود ہونا اس لیے ضروری تھا کہ مرزا نے اساتذانِ فن کے کلام کا دقیق معائنہ کیا تھا اور اُن سے استفادہ کیا تھا جس کا ثبوت وہ بیان ہے، جو اُن کے فارسی کلیات کی تقریظ میں ملتا ہے۔ لکھتے ہیں:

شیخ علی حزین بخندۂ زیرلبی بیراہروی مرا در نظرم جلوہ گر ساخت۔ و زہر نگاہ طالب آملی دبرق چشم عرفی شیرازی مادۂ آن ہرزہ جنبش ہائے ناروا در پائے رہ پیمائے من بسوخت۔ ظہوری بسرگرمی گیرائی نفس تعویذ بازوئے و توشۂ کمر بست و نظیریِ لاابالی خرام بہنجارِ خاصۂ خودم بجالش آورد۔ اکنون ہمین فرۂ پرورش آموختگی این گروہ فرشتہ شکوہ کلکِ رقاص من بخرامش تدرو ست و برامش موسیقار۔ بجلوہ طاؤس ست و بہ پرواز عنقا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا کی "پرورش آموختگی" شیخ علی حزین، طالب آملی، عرفی شیرازی، ظہوری اور نظیری کے ایسے ہنرمند شعرا کی آغوشِ کمال میں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اُن کے دیوان کے مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ سعدی اور صائب کے کلام سے بھی متاثر ہوئے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

این جوابِ آن غزل غالب کہ صائب گفتہ است "در نمودِ نقشہا بے اختیار افتادہ ام"

ذوقِ فکرِ غالب را بردہ ز انجمن بیرون با ظہوری و صائب محوِ ہمزبانیہاست

ایک اور مقطع میں سعدی کے "دشنہ" کی سرود آرائی اس طرح ہوئی ہے:

حلقِ غالب نگر و دشنۂ سعدی کہ سرود

"خوبرویانِ جفاپیشہ وفا نیز کنند"

ان خیالات کو دیکھ کر بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اساتذۂ فارس میں تمام باکمال شعرا کے کلام پر مرزا عبور رکھتے تھے۔ اُن کی اس وافر معلومات نے اُن کے فطری ذوقِ سخن اور موزونیِ طبع میں چار چاند

لگا دیے تھے۔ اُن کے پیشِ نظر وہ سب کچھ تھا، جو متقدمین چھوڑ گئے تھے۔ انھوں نے اُن کے کلام سے پوری طرح فائدہ اٹھایا اور اپنے فطری رجحانات کو اُن سے نہ صرف جلا بخشی، بلکہ ہر اچھے مذاقِ سخن کو جو اُن کی روح سے قریب تھا، اپنا لیا۔

یہ سچ ہے کہ حافظ و خیام کی سرمستی اور چاشنی، سعدی کی سادگی، فردوسی کی بلندیِ خیال، قاآنی کا توازنِ الفاظ، انوری کا لب و لہجہ اور اس قسم کی دوسری خصوصیات جو ممتاز شعرائے ایران کے یہاں ملتی ہیں، مرزا کے یہاں کم ہیں، لیکن اتنی بھی کم نہیں کہ ہم انھیں نظر انداز کر سکیں۔ یہ خوبیاں اُس یکسانی فراوانی سے غالب کے یہاں نہیں ہیں، جو فارسی شعرا کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مرزا ہندستان میں پیدا ہوئے اور اسی ملک کے ماحول میں انھوں نے تربیت حاصل کی۔ ان کی مادری زبان فارسی نہیں تھی اور نہ اُن کا ماحول اہلِ ایران کا ایسا تھا۔ لیکن تفکر و تعقل کی گہرائیاں، حُسن و عشق کی داستانیں، تصوف کی محو کر دینے والی منزلیں، انسانی جذبات کی صحیح ترجمانی، انسانی کردار کا بلند ترین معیار پیش کرنا اور طرزِ ادا کی تمام خوبیاں بدرجۂ اتم مرزا کے یہاں موجود ہیں۔

ہندستانی ماحول اور ہندستانی کلچر سے متاثر ہونے ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مرزا کے ذوق میں "کنارِ آبِ رکنا باد و گلگشتِ مصلے" کی تفریح کے بجائے شرابِ فرنگ، دریائے سوسن، قندِ آب اور انبۂ بنگالہ کی کیفیت و چاشنی ملتی ہے۔ شیراز و اصفہان کے تذکرے اُن کے یہاں صرف اس لیے ملتے ہیں کہ وہ فارسی زبان کے دلدادہ تھے اور اپنے دور کے سخن سنجوں سے ملول و رنجیدہ تھے۔ لیکن اُن کے حقیقی جذبات کا اس وقت پتا چلتا ہے جب وہ بنارس، کلکتہ، عظیم آباد، لکھنؤ اور دلّی کی تعریفیں کرتے نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی ہندستانی ماحول کا اثر ہو کہ دوسرے ممتاز شعرا کے مقابلے میں نظیری، ظہوری اور عرفی کے وہ زیادہ گرویدہ تھے۔ اور حافظ و سعدی کے طرزِ کلام کی تاسی کرنے میں زیادہ جد و جہد نہیں کرتے تھے۔ ایک عمیق نظر رکھنے والے دقیقہ سنج اور مشکل پسند شاعر سے توقع بھی اسی کی ہو سکتی تھی کہ وہ ظہوری، عرفی اور نظیری کا ہمنوا ہوتا۔

مرزا ابتدا میں بیدل کی تقلید کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اردو اور فارسی دونوں میں ان کا ابتدائی کلام بیدل کے طرز کا آئینہ دار ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ اس طرزِ ادا کے مالک بن گئے جس کو خود انھیں کا اندازِ بیان

کہنا زیادہ صحیح ہوگا: "کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور"۔ یہی انداز اُن کے فارسی کلام پر بھی چھایا ہوا ہے جس کی بدولت انھوں نے نظیری، ظہوری اور عرفی کے پہلو بہ پہلو اپنی جگہ بنالی ہے۔ اس مقام پر یہ وضاحت بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مرزا نے ان اساتذہ میں کیا کیا خوبیاں پائیں اور انھوں نے ان شعراء سے کیا استفادہ کیا۔ اس تحقیق کے لیے مرزا ہی کی زبان سے تفصیلات حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اپنے اور عرفی کے بارے میں کہتے ہیں:

کیفیتِ عرفی طلب از طینتِ غالب	جامِ دگراں بادۂ شیراز ندارد
قافیہ غالب چو نیست، پرس زعرفی	گر من فرہنگ بودمے، چہ غمستے
گشتہ ام غالب طرف با مشربِ عرفی کہ گفت	"روے دریا سلسبیل و قعرِ دریا آتشست"

ان اشعار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا اپنی "طینت" میں "کیفیتِ عرفی" کا اکتساب اور الفاظ کی بہتات میں عرفی سے فیض حاصل کر کے "مشربِ عرفی" کے ہمنوا ہو گئے تھے۔ مرزا نے عرفی کے رنگ اور عرفی کی بحروں میں نہ صرف غزلیات بلکہ قصائد بھی کہے ہیں، اور ہر جگہ اپنے مخصوص ذوقِ فکر اور طرزِ ادا کے ساتھ عرفی سے برابر کی ٹکر لیتے نظر آتے ہیں۔ غالب اور عرفی کی ہمطرح غزلیات کا موازنہ ضمیمہ کے انتخاب سے کیا جا سکیگا۔ البتہ اس مقام پر دو قصیدوں کے مطلعے عرفی اور غالب کی علٰحدہ علٰحدہ طینت اور بلند خیالی کے ثبوت میں پیش کیے جاتے ہیں:

غالب	عرفی
زاں نمی ترسم کہ گردد قعرِ دوزخ جاے من	صبحدم چوں در دمد دل صورِ شیون زاے من
واے گر باشد ہمیں امروزِ من، فرداے من	آسمان صحنِ قیامت گردد از غوغاے من

غالب	عرفی
آوارۂ غربت نتوان دید صنم را	اقبالِ کرم میگزد اربابِ ہمم را
خواہم کہ دگر بتکدہ سازند حرم را	ہمت نخورد نیشترِ لا و نعم را

عرفی سے اکتسابِ فیض اور پھر اُس فیض میں جدت آفرینی، جو مرزا کا طرۂ امتیاز تھا، اُن کے مجموعۂ غزلیات کی منجملہ دیگر خصوصیات کے ایک اہم خصوصیت ہے۔ دونوں کی ہمطرح اور ہم قافیہ غزلوں کا موازنہ

دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اگر کسی قافیہ کو نظم کرنے میں عرفی کا پلّہ بھاری نظر آتا ہے، تو اُسی غزل کے دوسرے قافیے میں مرزا کا پرِ پرواز عرفی سے کہیں آگے پہنچ جاتا ہے۔ مرزا کے کلام کا جو انتخاب پیش کیا جارہا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ظہوری، نظیری، عرفی اور بیدل کی ہم طرح غزلیں بھی ضمیمے میں دے دی گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ بآسانی ثابت کرتا ہے کہ جہاں تک بلندیِ فکر، جذبات نگاری، حقیقت کی بے نقابی اور اعلیٰ کردار پیش کرنے کی کوشش ہے، اس میں مرزا کا مرتبہ کسی طرح بھی ان شعرا سے کم نہیں ہے، حال آنکہ زبان کے اعتبار سے غالب کو یقیناً اہلِ زبان پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

مرزا کے کلام میں عرفی کے مقابلہ میں ظہوری سے خلوص اور اس کی پیروی کی خواہش زیادہ ملتی ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ظہوری کے کلام میں بھی وہی ندرتِ خیال تھی جس کے مرزا دلدادہ تھے۔ مرزا کی طبیعت بھی ظہوری کی طرح دقیقہ سنج تھی۔ انسانی کردار کا معیار بھی دونوں کی نظر میں یکساں تھا اور خواہشات وجذبات کی ترجمانی میں بھی دونوں ہم آہنگ تھے۔ مرزا نے قدم قدم پر ظہوری کا احترام ملحوظ رکھا ہے اور بڑے بلند الفاظ میں اسے یاد کیا ہے۔ اس سلسلے میں ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں:

بہ نظم ونثرِ مولانا ظہوری زندہ ام غالب!   رگِ جان کردہ ام شیرازہ اوراقِ کتابش را

دریں ستیزہ ظہوری گواہِ غالب بس   "من و زکوے تو عزمِ سفر، دروغ دروغ!"

غالب از خوشیادم اثر بخشِ گلپوش باد   پردۂ سازِ ظہوری را گل افشاں کردہ ایم

غالب! از اوراقِ ما نقشِ ظہوری دمید   سرمۂ حیرت کشیم، دیدہ بدیدان دہیم

غالب از من شیوۂ نطقِ ظہوری زندہ گشت   از نوا جان در تنِ سازِ بیانش کردہ ایم

ہم زبانم با ظہوری مطلعِ نو تا ز شوق   "با جرس در نالہ آوازی برآواز افگنم"

غالب! بشعرِ کم ز ظہوری نیم ولے   عادل شہِ سخن رسِ دریا نوال کو

زلّہ بردارِ ظہوری باش غالب ایجتہ چیست   در سخن درویشیِ باید نہ دکّاں داریے

ان اشعار میں سے دوسرے اور چھٹے شعر میں مرزا نے ظہوری کے دو مصرعوں کو اپنے مقطعوں میں تضمین کر کے ظہوری کو دادِ سخن دی ہے۔ بقیہ اشعار سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ ظہوری کے بیحد معترف تھے، ان کا احترام کرتے تھے اور اُن کی تقلید اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھتے تھے۔ چونکہ دونوں کے سوچنے کا انداز اور مذاقِ سخن یکساں تھا، اس لیے مرزا کے کلام میں سب سے زیادہ ظہوری ہی کے رنگ کی جھلک ملتی ہے۔ مرزا نے کچھ غزلیں ظہوری کی طرحوں میں بھی کہی ہیں جن کا انتخاب اپنی اپنی جگہ پر ضمیمے میں شامل ہے۔ لیکن ایک بات قابلِ لحاظ ہے۔ باوجود نظیری، ظہوری اور عرفی کی تاسّی کرنے کے وہ حتی المقدور ان اساتذہ سے علیحدہ ہو کر مشقِ سخن کرتے تھے۔ نظیری کی غزلوں پر مرزا کی غزلیں نسبتاً زیادہ ہیں۔ لیکن ظہوری کی طرحوں میں مرزا نے بہت کم خامہ فرسائی کی ہے۔ یہ احتیاط اس بنا پر نہ تھی کہ مرزا کسی احساسِ کمتری میں مبتلا تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ یہ نہ کہتے: غالب بشعرِ کم ز ظہوری نیم ولے۔ یا یہ کہ انھوں نے کم سے کم اُن زمینوں ہی سے احتیاط برتی ہوتی جن میں ظہوری نے طبع آزمائی کی تھی۔ مثال کے طور پر متذکرہ بالا اشعار میں سے پہلا شعر لیجیے۔ مرزا نے "تابش را"، "نالش را" کے ردیف و قوافی میں غزل کہی ہے حالانکہ اسی زمین میں ظہوری کی دو غزلیں "آسائش را" اور "گاہش را" کی ردیف اور قوافی میں موجود ہیں۔ ان کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

شب از مژگانِ تر رُفتم غبارِ آستانش را   پشیمانم کہ کارے یاد دادم پاسبانش را

فگندی بیستونے کاش پیشِ سخت جانِ خود   کہ دیدی باوجود ناتوانیہا توانش را

بجادِ عشق با سرمایۂ دارم سرِ سودا   کہ صد جان ست قیمت یک نگاہِ رائگانش را

ببستان چوں روم، بر مسندِ تعلیم نہ نشینم   کہ بلبل بگزراند پیشِ من درسِ فغانش را

ترقی بین محبت کار میسازد برائے من　　　عتابِ دم بدم کرد التفاتِ گاہ گاہش را

مرزا نے قافیہ بدل کے غزل کہی ہے اور بہت خوب کہی ہے ۔ وہ ظہوری کے قوافی میں بھی کامیابی کے ساتھ طبع آزمائی کر سکتے تھے، لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب سے علٰحدہ رہ کر کہنا چاہتے تھے ، نئے نئے قوافی اور ردیفیں اپنے لیے پسند کرتے تھے اور بعض طرحیں تو انہیں کی طبعزاد معلوم ہوتی ہیں ۔ ایسی غزلیں جو دوسروں کی طرحوں اور بحروں میں کہی ہیں، اُن میں سب سے زیادہ نظیری کے ردیف و قوافی میں ہیں ۔

مرزا اگر ایک طرف عرفی کے کردار اور آہنگِ ظہوری کی تعمقِ فکر اور ندرتِ خیال سے متاثر تھے، تو دوسری طرف نظیری کی لطافتِ بیان اور حسنِ ادا کے بھی بہت گرویدہ تھے ۔ نظیری نے حسن و عشق کے معاملات جس لطیف پیرایے میں بیان کیے ہیں، اس کی مثال دوسری جگہ بہت کم ملتی ہے ۔ مرزا نے اس بارے میں نظیری کی تاسّی کرنے کی بیحد کوشش کی ہے ۔ اور بعض مقامات پر وہ نظیری کے ہم پلّہ نظر آتے ہیں ۔ انھیں نظیری کے کلام سے جذباتی لگاؤ تھا اور وہ برابر اس فکر میں رہے کہ نظیری کا اسلوبِ سخن انھیں مل جائے ۔ کہیں کہیں وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے ہیں، لیکن ان کی زیادہ جد و جہد اس لیے ناکام رہی کہ ان کی دقیقہ سنج اور مشکل پسند طبیعت نظیری کی لطافتِ ادا کے ہم آہنگ نہ ہو سکی ۔ اس کا احساس خود انھیں بھی تھا جس کا اندازہ اُن خیالات سے کیا جا سکتا ہے جو انھوں نے نظیری کے بارے میں ظاہر کیے ہیں:

زفیضِ نطقِ خویشم با نظیری ہم زبان غالبؔ　　　"چراغے را کہ دودے ہست در سر زود در گیرد"

غالبؔ از تو آن بادہ کہ خود گفت نظیری　　　"در کاسۂ ما بادۂ سرجوش نکردند"

اے ساختہ غالبؔ از نظیری　　　با قطرہ رباے گوہر آور

غالبؔ مذاقِ ما نتوان یافتن زما　　　رو شیوۂ نظیریِ مطرزِ حزین شناس

بعرضِ غصہ نظیری وکیلِ غالب بس — "اگر تو نشنوی از نالہ ہائے زار چہ خط"

غالب! شنیدہ ام ز نظیری کہ گفتہ است — "نالم ز بیم گر نہ بہ افغان خورم دریغ"

جوابِ خواجہ نظیری نوشتہ ام غالب! — "خطا نمودہ ام و چشمِ آفریں دارم"

بلند تاز گشتہ غالب از روشِ نظیری از تو — مرزا انچنیں غزل را بہ سفینہ ناز کردن

ان شعروں میں کئی جگہ غالب نے نظیری پر تضمین کی ہے۔ یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ ہر جگہ مرزا نے نظیری سے بہتر کہا ہے۔ مرزا کی بعض غزلیں مثلاً وہ غزل جس کا ردیف و قافیہ "محال نخواست"، "گزک نخواست" ہے۔ یقیناً نظیری کے مقابلے میں بہت بلند ہے۔ لیکن بعض ایسی غزلیں بھی ہیں جن میں نظیری کے کمالِ فن کا مرزا صرف تتبع کر سکے ہیں۔ ایسی غزلوں میں جذبات کی ترجمانی کا جتنا کمال نظیری کو حاصل تھا، وہاں تک مرزا نہیں پہنچ سکے۔ مثال کے طور پر وہ غزلیں پیش کی جا سکتی ہیں جو "داستانے را"، "نامہربانے را" کے ردیف و قوافی میں مرزا اور نظیری دونوں نے کہی ہیں۔ ان میں جذبات نگاری کی خوبیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نظیری کا پایہ یقیناً بلند ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ حق شناسی کا تقاضا ہے کہ مرزا کی بلند پروازی اور رفعتِ نظر بھی فراموش نہ کی جائے۔ ہر اس مقام پر جہاں حسن و عشق کی معاملہ بندی میں نظیری کا کلام بلند نظر آتا ہے، مرزا بھی مضمون آفرینی اور اندازِ فکر میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اس اصول کے تحت مرزا اور نظیری کی ہم طرح غزلوں کا موازنہ بہت دلچسپ مطالعہ ہے۔

مرزا غالب اُن شاعروں میں ہیں جن سے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔ ان کے خصوصیاتِ شاعری اردو اور فارسی میں یکساں ہیں۔ البتہ فارسی میں اُن کا زورِ قلم اور طرزِ ادا زیادہ شوخ اور تیز نظر آتا ہے۔ شاعری کے لیے فارسی زبان اور فارسی الفاظ قدرتاً زیادہ موزوں ہیں اور مرزا فارسی میں سوچنے کے عادی تھے۔ اُن کے اردو دیوان میں بکثرت فارسی محاورے، فارسی تلمیحات اور فارسی تراکیب موجود ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انھیں اضافتوں اور ترکیبوں کی بدولت اُن کے اشعار

ہیں زندگی کا طوفان موجزن ہے۔ بلندیِ پرواز میں اپنے اظہارِ خیال کے لیے فارسی طرز ہی کو مرزا نے اردو میں بھی اختیار کیا تھا۔ فارسی میں یہ طرز بہرحال اپنی اصلی جگہ پر کارفرما رہا۔

مرزا کے عہد تک اردو زبان بہت کچھ تعمیر ہو چکی تھی۔ مرزا کے سامنے میر تقی میرؔ کا کلام موجود تھا اور وہ اس کی عظمت کے قائل بھی تھے کہ "آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میرؔ نہیں"، لیکن پھر بھی انھوں نے میر سے علٰحدہ رہ کر اپنا مقام بنایا اور اردو میں فارسی اصطلاحوں، ترکیبوں اور اضافتوں کا فراوانی کے ساتھ اضافہ کر کے وہ دلکش طرزِ ادا اختیار کیا جس کا موجد مرزا ہی کو کہا جا سکتا ہے۔ مرزا خود بھی اس حقیقت سے باخبر تھے اور اپنے کلام پر ناز کرتے تھے۔ ایک مقطع میں کہتے ہیں:

چند رنگیں نکتۂ دلکش، تکلف برطرف

دیدہ ام دیوانِ غالبؔ انتخابے بیش نیست

قارئین کے پیشِ نظر وہ مقالات و تشریحات ضرور ہوں گے، جو مرزا کے اردو دیوان سے متعلق لکھے گئے ہیں۔ لہٰذا اُن کے اسلوبِ سخن سے متعلق جو اردو اور فارسی میں قریب قریب یکساں ہے، اس مقام پر اعادہ کرنا تحصیلِ حاصل ہوگا۔ اس کے علاوہ جو انتخاب پیش کیا جا رہا ہے، اس کا مطالعہ ہی اس بات کا ضامن ہے کہ مرزا کی جگہ فارسی زبان کے مشاہیرِ سخن کی پہلی صف میں ہے۔ یہ سچ ہے کہ مرزا بحیثیت ایک فارسی شاعر کے ایران میں مقبول نہ ہو سکے اور نہ ان کا فنی کمال تسلیم کیا گیا۔ لیکن اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہاں کے ناقدینِ فن سادگی، سلاستِ لسانی اور زبان دانی پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ غالب تو غالب؛ عرفی کے ایسے مایۂ ناز شاعر کی بھی ایران میں وہ قدر دانی نہ ہو سکی جس کا وہ مستحق تھا۔ عرفی کو ہندستان نے آنکھوں پر بٹھایا اور اس کی قدر شناسی کی۔ مرزا بھی ہندستان ہی میں مقبول ہو سکے۔ حالِ آنکہ ان کی قدر شناسی کا جو حق تھا وہ آج تک ادا نہیں ہو سکا؛ اور اُن کے عہد میں تو اتنا بھی نہیں ہوا تھا، جو اُن کے بعد ہوا۔

مرزا کا شباب اس وقت آیا جب ملک پر خزاں آ رہی تھی۔ حالات تیزی کے ساتھ تباہی کی طرف جا رہے تھے۔ ایک سلطنت مٹ کر دوسری حکومت قائم ہو رہی تھی۔ وہ دلّی جس کے سخندان وطن کے دلدادہ تھے، برباد اور تاراج ہو چکی تھی۔ انتزاعِ سلطنت کی وجہ سے ادیبوں اور سخن فہموں کو در در کی خاک چھاننا

پڑ رہی تھی۔ ان حالات میں جنسِ ہنر کے خریدار کہاں! مرزا بھی اس صورتِ حال سے بیحد متاثر ہوئے، وہ برابر ناقدریِ سخن کا رونا روبا کیے۔ انھوں نے اردو اور فارسی دونوں میں اس پریشانی کا بار بار متعدد طریقوں سے ذکر کیا ہے۔ فارسی کے چند اشعار دیکھیے:

غالبِ سوختہ جاں را چہ بگفتار آری / بدیارے کہ ندانند نظیری ز قتیل

زحمتِ احباب نتوان داد غالب بیش ازیں / ہر چہ می گوییم، بہرِ خویش می گوییم ما

غالب! سخن از ہند بیروں بر کس اینجا / سنگ از گہر و شعبدہ ز اعجاز نداندست

مرنج از من اگر نبود کلامم را صفا غالب! / خمستانِ غبارم، سربسر دردیست سرجوشم

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب! / شعر خود خواہشِ آں کرد کہ گردد فنِ ما

مندرجۂ بالا اشعار سے قدردانوں کی کمیابی یا نایابی پر افسوس ظاہر ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مرزا کو شاعری سے نہ صرف فطری لگاؤ تھا، بلکہ انھیں اس کا بھی احساس تھا کہ وہ قدردانی کے مستحق ہیں۔ حقیقتِ امر بھی یہی ہے کہ مرزا اپنے فن میں ایک باکمال فرد تھے اور فارسی زبان سے انھیں اتنا ہی اُنس اور تعلق تھا، جتنا کہ مادری زبان سے ہوتا ہے۔ اُن کا فارسی دیوان اُن کی زباندانی کا بیّن ثبوت ہے۔ اُن کی غزلیں دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ مرزا فارسی زبان پر پوری طرح حاوی تھے اور فنِ شعر میں تو اُن کا درجۂ اجتہاد کسی ثبوت کا محتاج ہی نہیں۔

یوں تو مرزا کے خوانِ سخن پر ہر طرح کی نعمتیں سجی ہوئی ہیں اور اپنے کام و دہن کے مطابق ہر شخص اُن سے لُطف اندوز اور لذت کش ہو سکتا ہے، لیکن بعض موضوعات سے انھیں ایسا ذہنی رابطہ ہے کہ وہ نہ صرف بار بار صفحات پر نقش پذیر ہوتے ہیں، بلکہ انھیں سے ان کی نازک خیالی اور مضمون آفرینی کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ صرف ایک مضمون مثال کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں: "رشک"۔ یہ اُن کا پسندیدہ موضوع کیوں ہے، اس

سے متعلق بہت خیال آرائی کی جاچکی ہے۔ لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ اس موضوع کی طرف بار بار پلٹتے اور اپنی رسائیٔ ذہن کی آزمائش کرتے رہے۔ اس خصوصیت میں بھی اگر کوئی شاعر اُن کا ہم پرواز ہے، تو وہ ظہوری ہے۔

عشق کی منزلوں میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے، جب عاشق بُری طرح سے جذبۂ رشک میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ رقیب تو رقیب، در و دیوار سے، پیغام و سلام سے، پھولوں پتیوں سے، بلبل و پروانہ سے۔ آفتاب و ماہتاب سے، زمین و آسمان سے، یہاں تک کہ عاشق کو خود اپنے اوپر رشک آنے لگتا ہے۔ مرزا کا یہ شعر اسی حالت کی ترجمانی کرتا ہے:

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

حقیقی شاعر جذبۂ رشک کی ترجمانی کو خاص اہمیت دیتا ہے اور اُس کی ندرتِ فکر و خیال اِس کی تفسیر و تعبیر میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے۔ انسانی فطرت اور انسانی جذبات میں شاعر کی نظر جتنی زیادہ گہری پیر جاتی ہے، اتنی ہی اس جذبے کے بیان کرنے کی صلاحیت بھی اس میں بڑھ جاتی ہے۔ یہ کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک شاعر دقیقہ سنج اور نفسیات و حسیات کا ماہر نہ ہو۔ رشک سے متعلق کلام سُن کر ہم شاعر کی دقیقہ سنجی کا جائزہ لے سکتے ہیں اور اس کی عظمت پرکھنے کے لیے بھی یہ موضوع کافی ہے، کیونکہ رشک عشق کے منتہائے مدارج میں سے ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ رشک اور حسد دو علحدہ علحدہ جذبے ہیں، جن میں سے پہلا لطیف اور لائقِ مدح ہے اور آخر الذکر مذموم اور قابلِ قدح۔ ان دونوں جذبات کا حرکات و سکنات کے اعتبار سے بسا اوقات ایک ہی طرح سے اظہار ہو سکتا ہے، لیکن اندرونی احساسات ہر حال میں مختلف و متضاد ہونگے۔ رشک کے اظہار کے لیے حقیقی شاعر کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ واقعات و کیفیات کی ترجمانی میں حسد کا شائبہ بھی نہ آنے دے۔ اور اس کی نشستِ الفاظ اور طرزِ ادا سے لطافت ٹپکتی رہے۔ یہ کام ہر موزوں طبع شخص کے بس کی بات نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس ایک اچھا شاعر منزلِ کمال پر پہنچنے کے بعد ہی رشک کے صحیح مفہوم کو کامیابی کے ساتھ ادا کر سکتا ہے۔

یوں تو تقریباً ہر شاعر نے ہر زبان میں رشک کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہا ہے، لیکن مضمون آفرینی مختلف طبائع کے مختلف رجحانات پر منحصر ہوتی ہے۔ رشک کے پیش پا افتادہ مضامین ہر چھوٹے بڑے شاعر کے یہاں مل جائینگے۔ مگر رشک کے اصلی مفہوم اور اس کی پاکیزہ وضاحت کے لیے ہمیں چوٹی کے شعرا کا کلام دیکھنا پڑیگا۔ کوئی اونچا اور بڑا شاعر ایسا نہیں ملیگا جس کے یہاں ہمیں رشک سے متعلق سنجیدہ اور گہرے مضامین نہ ملیں۔ لیکن فارسی کے اُن شعرا میں جن کا تذکرہ بار بار ہوتا ہے، ہمیں دو شاعر ایسے ملتے ہیں جنھوں نے رشک کے مضمون کو اپنا آرٹ بنا لیا تھا اور اس آرٹ کے ذریعے سے انھوں نے فارسی ادب میں گوناگوں بلند اور پاکیزہ خیالات کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی ظہوری اور غالب۔

ظہوری کے کلام میں انسانی جذبات اور وجدانی کیفیات کا مطالعہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ عشق و محبت کی کوئی منزل ایسی نظر نہیں آتی جس کی ترجمانی ظہوری نے نہ کی ہو۔ ظہوری کا مطالعہ کرکے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس عشقی شاعر نے انسان کے دل کی گہرائیوں میں اُتر کر بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو دیکھ دیکھ کر دیکھا ہے اور ان سے لطف اندوز ہوا ہے۔ ظاہر بیں نگاہوں میں تو ظہوری کے بعض اشعار جو رشک سے متعلق ہیں، مبالغہ آمیز اور بناوٹی معلوم ہونگے، لیکن آشنایانِ فطرت کے نزدیک ظہوری کا ہر شعر حقیقتوں کی نقاب کشائی کرتا ہے اور فطرت کے بالکل مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبانِ بصیرت کو ظہوری کے اشعار متاثر کرتے اور تڑپاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ظہوری کے دیوان سے رشک سے متعلق کچھ شعر ملاحظہ ہوں:

چہ پشتی کردہ محراب حرم بر قبلہ زر رشکم — نمی دانم کجا دیدہ است آں محراب ابرو را

برای خضاب رشک خواہد تافتن روزش — ازیں زیور کہ ایزد از خجالت دادہ دنیا را

چراغی می کنم ہر شب باختر ہای داغ دل — بایں روز سیہ از رشک دارم داغ گردون را

بجز خم کرد رشک غمزہ نگیں تیغ غیرت را — بانصاف آشنائی باد یار بیمروت را

گر افتد از ملامت ہائے خوبان شور در دلہا   تو زخمی کردی اے رشکِ نمک جانِ ملاحت را

اینہمہ بر خود ز دردِ رشک پیچیدن نداشت   حلقہا از نالہ در گوشِ دوا کردیم و رفت

چون مسیحا را نسازد رشک کُش   آن کہ با ہمچو توئی ہمخانہ است

معلوم گشت زخمِ ظہوری بمرہمت   جانِ حسود ریش ز رشکِ فراغِ ماست

بس تلخی است ز شیرینیِ دہانش رشک   کہ شہدِ ناب بزہرِ ہلاہل افتاد است

از برائے رشک غیرت در نگہ پیچیدہ بود   غیرتت بادا ظہوری غیر را دیدن نداشت

بیدل شدم ز رشک اگر سینہ شکیب   در زدم زخیشِ غمزۂ خنجر فگن مرنج

شرمندۂ فسردہ دلیہائے خویش باش   رشک است رشک بر جگرِ داغدارِ صبح

سہل باشد رشکِ بال افشانِ آزادانِ باغ   بختِ مرغانیکہ در دامت پر اندازان کنند

دل را ز تابِ رشک شود آبِ رنگ و بو   در باغ از و اگر سخن رنگ و بو کنند

بو جانیم ز تن گرچہ ہر صبح از صبا آید   کُند رشکم کہ ہمراہِ صبا بوئیش چرا آید

رشک طوفان کرد شورِ قلزمِ اشکم نشست　　　کشتیِ چشمت گردابے کنارے میزند

گلبرگِ لب بمحفلِ جان نقل چیدہ ریخت　　　زہرابِ رشک از دلِ تنگِ شکر چکید

بکوے غصہ، دل از رشک خوردہ پہلوے　　　رواست بارِ امیدش، اگر ز دوش فتد

چو گل خندان ببستان می خرامد لالہ روے من　　　چہ خونین گریہ ہا رشک از براے ارغوان دارد

فتد بکوے تو بر تابہ ماہی از خورشید　　　ز رشک سایہ کہ در پاے بام می افتد

رو نما شد خود دل و دیدی کہ می آمد بکار　　　سیلِ اشکِ رشکیان بین خود نمائی اینقدر

ماہ رشکِ شکستہ دارد　　　کہ کلہ گوشہ بر شکست پرس

خوردہ سنبل ز تابِ آہم تاب　　　شدہ اخگر ز رشکِ اشکم داغ

سخت دشوار است جان از رشک دادن الامان　　　گہ دہم در ہجر پندارم کہ آسان ترکنم

در خلوتِ تخیل چون ابر دیدہ بارد　　　از تابِ رشک سوزد نظارۂ حبابم

ز رشکِ من جبینِ افروخت صحت خوش تہی دارم　　　شبم راہِ سحر گم کرد، رہبر کو کہی دارم

بر تلخ نیست رشک شکر خوابِ دیگران | بیدار بختِ سوزشِ افسانۂ خودیم

زنم لافے ز رشکِ این و آن گر دیدہ ام فارغ | ندارد ہم خورش باور کہ گویدد یگرے دارم

زنجیر ساخت بہرِ خود از اشکِ دانہ دار | از تابِ رشکِ گریۂ دیوانہ سوختیم

پیروان را ہمہ در پیرویم رشکے ہست | عجبے نیست کہ از پیشروان بیش افتم

حلالم خونِ دل در جام کردن | حرامم گر ز رشکِ جم بمیرم

بلبل ز نالہ ہست زمن صبح خیز تر | در رشکِ گرم خوئیِ پروانہ نیستم

ز برقِ رشک بسوز دسرائے خوابِ دل | چراغِ مجلسِ افسانہ نورِ طور کُن

تا مسیحا از رشکِ خود بہ بستر افگنم | چشم وارم پرسشے از نرگسِ بیمارِ او

ظہوری کی طرح مرزا غالب کے خصوصیاتِ شعری میں یہ بھی ایک مسلّم الثبوت خصوصیت ہے کہ انھوں نے رشک سے متعلق بہتر سے بہتر طریقے پر سوچا اور اسے نظم کیا ہے۔ انھوں نے جذبۂ رشک کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس کی گہرائیوں میں اتر کے نفسیاتِ رشک کو اچھی طرح محسوس کر لیا تھا بلکہ اپنا لیا تھا۔ ظہوری کے حق کا پاس کرتے ہوئے ایمانداری کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ظہوری کے پہلو بہ پہلو ہندستان کے شعرا میں جذبۂ رشک کی ترجمانی غالب سے بہتر کسی نے نہیں کی ہے۔ مرزا کے اردو اشعار جو رشک سے متعلق ہیں، زباں زدِ ہو چکے ہیں۔ ذیل میں مرزا کے کچھ فارسی اشعار اسی موضوع پر

پیش کیے جاتے ہیں - ظہوری کے مندرجۂ بالا اشعار کے ساتھ اُن کا مطالعہ نہ صرف ایک دلچسپ مطالعہ ہوگا، بلکہ دو بڑے دماغوں کے تخیّل و طرزِ ادا کی ہم آہنگی اور اختلاف کی بہترین مثال بھی :

بداغت شادم، امّا زین خجالت چون برون آیم
کہ رشکم در جحیم افگند خلد آرامگاہان را
ز جورش داوری بردم بدیوان لیک زین غافل
کہ سعیِ رشکم از خاطر برد نامش گواہان را

دوست با کینۂ ما مہرِ نہان می ورزد — خود ز رشک است اگر دل برد از دشمنِ ما

بر روے حاسدان در دوزخ گشودہ رشک — از بہرِ خویش جنّتِ دربستہ ایم ما

چون بقاصد بسپرم پیغام را — رشک نگذارد کہ گویم نام را

رشک آیدم بروشنیِ دیدہ ہاے خلق — دانستہ ام کہ از اثرِ گردِ راہِ کیست
با من بخوابِ ناز و من از رشک بدگمان — تا عرصۂ خیالِ عدو جلوہ گاہِ کیست

تلخست کامِ رشکِ تمناے خویشتن — شادم کہ دل ز وصلِ تو نومید بودہ است

کشتہ را رشکِ کشتۂ دگر ست — من و زخمے کہ بر دل از جگر ست

نخوت نگر کہ می نہاد اندر دلش ز رشک — حرفے کہ در پرستشِ معبود می رود

تلخست رگِ ذوقِ کبابے کہ بسوزد　　زان رشک کہ سوزِ جگرِ خام ندارد

ز رشکِ اینکہ در عشق آرزوے مردنم باشد　　تو جانِ عالمی حیف ست گر جان در تنم باشد

زشکست و درفعِ خللِ مقدر عتاب چیست　　بگزار در دلم مژہ چندان کہ نم شود

کم دردے ز رشکست اینکہ غمخواری نمیخواہم　　کہ ترسم یابد او را ہر کہ از حالم خبر گیرد

بیرون میا ز خانہ بہنگامِ نیمروز　　رشک آیدم کہ سایہ بپا بوسِ میرود

ترا گویند عاشق دشمنی آری چنین باشد　　ز رشکِ غیر باید مرد، گر مہرِ تو کین باشد

از رشک کرد آنچہ بمن، روزگار کرد　　در خستگی نشاطِ مرا دید، خوار کرد

چو رہ بقصدِ نشان بر کمان بجنباند　　تپد ز رشکِ دلم، تا نشان بجنباند

گزشتہ کارِ من از رشکِ غیر شرمت باد　　ببزمِ وصلِ تو خود را ندیدنم بنگر

جان میدہم از رشک بشمشیر چہ حاجت　　سر پنجہ بدامن زن و دامن بکمر بر

اے در اندوہِ تو جان دادہ جہانے از رشک　　مکش از رشکم و اندوہِ جہانے بمن آر

باخویشتن از رشک مدارا نتوان کرد — در راہِ محبت خضرے راچہ کند کس

تا خود از بہرِ شمار کیست، می میرم زرشک — خضر و چندین کوشش و عمرِ دراز آوردنش

زرشک سینۂ گرمے کہ دارم — کشد از شعلہ بر خود خنجر آتش
دلم را داغِ سوزِ رشک مپسند — مزن یارب، بجانِ کافر آتش

میرم زرشک گر ہمہ بویت بمن رسد — کامیزشِ شمال و صبا بودہ است شرط

درہم فگندہ ایم دل و دیدہ را زرشک — چون جنگ باخود است زفتح و ظفر چہ حظ!

در رشکم از صلا و ملولم ز دور باش — بر خوانِ وصل و نعمتِ الوان خورم دریغ

مرد آنکہ در ہجومِ تمنا شود ہلاک — از رشک تشنۂ کہ بدریا شود ہلاک

ترسم موقوف چہ شد رشک نہ بینی کہ دگر — دارم آہنگِ نیایشگریِ ربِّ جلیل

اندازہ سنجِ رشکم و ترسم زانتقام — پوشم زشمع چشم و نہ بینم ببوے گل

دلتنگیِ پیرخِ کنعان زرشکِ دوست — دانیم ماکہ در بُنِ چاہش گرفتہ ایم

ریزم از وصفِ رنگ گل را شرر در پیرہن — آتشِ رشکم بجانِ نوبہار افتادہ ام

ہمیں بست کہ میرم زرشکِ خواہشِ غیر　　ز عرضِ ناز ترا بے نیاز میخواہم

طعنم نسزد مرگ ز ہجران نشناسم　　رشکم نگزد، خویشتن از یار ندانم

خوے سرکشم دادی، عجز رشک نپسندم　　سینۂ من از گرمی تابۂ سمندر کن

درتب اند از تابِ رشکِ طاقتِ نظارہ ام
خوش بیا کامشب بہشتِ دشمنان خواہم شدن

بفشارِ رشکِ بزمت نچنان گداخت گلشن　　کہ میانۂ گل و مُل رسد امتیاز کردن

دمِ مردن بر شکم تنگ گیرد　　فراخیہاے عیشِ سخت جانان

جنونِ رشک را نازم کہ چون قاصد روان گردد
دَوَم بیخویش و گیرم نامہ اندر نیمہ راہ از وے

رشک نبود، گر خدنگت جانبِ دشمن گرفت　　در دمِ ساطور پنہانست زخمِ کاریے

بر سر کوے تو بیخود گشتنم از ضعف نیست　　کشتۂ رشکم، نیارم دیدِ خود را نیز ہم

دلم میجوید و از رشک می میرم کہ در مستی　　چرا زان گوشۂ ابرو اشارت کامیابستے

مقدمہ

مرزا کے کلام سے رشک سے متعلق مندرجہ بالا اشعار پیش کر کے ظہوری اور غالب کے کمالات کا موازنہ ارباب نظر کی رائے پر چھوڑ دینا مناسب ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ نقشِ اول سے نقشِ ثانی بہتر ہو۔

یہ انتخاب مرزا کے دیوانِ غزلیات سے بعض مخصوص اصولوں کے تحت تیار کیا گیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ ہر غزل سے کچھ نہ کچھ شعر ضرور منتخب ہوں۔ برائے نام چار پانچ غزلیات کو چھوڑ کے پورے دیوان کا افشردہ تیار ہوا ہے۔ اُن غزلیات میں جن کا موازنہ ملحوظ تھا۔ فراخدلی برتی گئی ہے تاکہ ناظرین کرام کی دلچسپی میں کمی نہ آنے پائے۔ اس کے علاوہ بعض غزلوں میں کسی ایک شعر کو بھی قلم زد کرنا دل نے گوارا نہیں کیا۔ لہٰذا انھیں بجنسہٖ از اول تا آخر چُن لیا گیا۔ انتخاب میں جا و بیجا سخت گیری یقیناً ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔

معترضین کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہر انتخاب اپنے انتخاب کرنے والے کی ذہنیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سہواً یا کسی اور وجہ سے بعض اچھے اشعار نظر انداز ہو گئے ہوں۔ اور بعض سست یا پست مضامین کو ترجیح دے دی گئی ہو۔ یہ خرابی اگر حقیقتاً عیب ہے۔ تو ہر انتخاب میں کم و بیش ملتی ہے۔ اس لیے اسے درخورِ اعتنا نہ سمجھنا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس مجموعے کے پیش کرنے والے کو مرزا غالب سے غیر معمولی عقیدت ہے۔ اپنی بساط اور اپنے ناقص فہم و معیار کے تحت یہ انتخاب پیش کر دیا گیا۔ صدر نشینانِ بزمِ سخن کو اختیار ہے کہ اس انتخاب میں جو ترمیم مناسب سمجھیں فرمائیں۔

مرزا جعفر حسین

متاعِ غالبؔ

الف

بزمِ ترا شمع و گل خستگیِ بوتراب سازِ ترا زیر و بم واقعۂ کربلا
سادہ زعلم و عمل، مہرِ تو ورزیدہ ام مستیِ ما پایدار، بادۂ ما ناشتا

○

بداغت شادم، اما زین خجالت چون برون آیم
کہ رشکم در جحیم افگند خلد آرامگاہان را

بے آسایشِ جانہا بدان ماند کہ ناگاہان
گزر بر چشمہ افتد تشنہ لب گم کردہ راہان را

ز جورش داوری بردم بدیوان، لیک زان غافل
کہ سعیِ رشکم از خاطر برد نامش گواہان را

گسستِ تار و پودِ پردۂ ناموس را نازم
کہ دامِ رغبتِ نظارہ شد رسوا نگاہان را

○

خاموشیِ ما گشت بدآموز بتان را | زین پیش وگرنہ اثرے بود فغان را
برطاعتیان فرخ و بر عشرتیان سہل | نازم شبِ آدینہ ماہِ رمضان را
زینسان کہ فرو رفتہ بدل پیر و جوان را | مژگانِ تو جوہر بود آیینہ جان را
جستیم سراغ چمنِ خلد بمستی | در گردِ خرامِ تو رہ افتاد گمان را

○

حالِ ما از غیر می پرسی و منّت می بریم | آگہی بارے کہ آگہ نیستی از حالِ ما
جانِ غالب: تابِ گفتاری گمانداری ہنوز | سخت بیدردی کہ می پرسی ز ما احوالِ ما

○

گر بیایی مست ناگاہ از درِ گلزارِ ما | گل ز بالیدن رسد تا گوشۂ دستارِ ما
وحشتے در طالعِ کاشانۂ ما دیدہ است | می پرد چون رنگ از رخ سایہ از دیوارِ ما
خستۂ عجزیم و از ما جز گنہ مقبول نیست | تکیہ دارد بر شکستِ توبہ استغفارِ ما
از گداز یک جہان ہستی صبوحی کردہ ایم | آفتابِ صبحِ محشر ساغرِ سرشارِ ما
سرگرانیم از وفا و شرمساریم از جفا | آہ از ناکامیِ سعیِ تو در آزارِ ما

○

نمی بینیم در عالم نشاطے کاسمان ما را
چو نور از چشمِ نابینا، ز ساغر رفت صہبا را
مکن ناز و ادا چندین، دلی بستان و جانی ہم
دماغِ نازکِ من بر نمیتابد تقاضا را

خیالش را بساطی، بہرِ پا انداز می جستم
پسندیدم بمستی مخملِ خوابِ زلیخا را

دلِ مایوس را تسکین بمردن میتوان دادن
چہ امیدست آخر خضر و ادریس و مسیحا را

بہارانست و خاک از جلوۂ گل امتلا دارد
برگ نشتر زن از موجِ خرامِ ناز صحرا را

نمی رنجد کہ در دامِ تغافل می تپد صیدش
نمی دانم چہ پیش آمد نگاہِ بیحابا را

ازین بیگانگیہا می تراود آشنائیہا
حیا می ورزد و در پردہ رُسوا می کند ما را

○

دلم بر رنجِ نابرداریِ فرہاد می سوزد
خداوندا، بیامرزان شہیدِ امتحانی را

فدایت دیدہ و دل، رسمِ آرایش مپرس از من
خرابِ ذوقِ گلچینی چہ داند باغبانی را

نشاطِ لذّتِ آزار را نازم کہ در مستی
ہلاکِ فتنہ دارد ذوقِ مرگِ ناگہانی را

بجز سوزندہ اخگر گل نگنجد در گریبانم
بد آموزِ عتابم، برنتابم مہربانی را

○

محو کن نقشِ دوئی از ورقِ سینۂ ما
اے نگاہت الفِ صیقلِ آئینۂ ما

وقفِ تاراجِ غمِ تست چہ پیدا چہ نہان
ہمچو رنگ از رخِ ما، رفت دل از سینۂ ما

چہ تماشاست زخود رفتۂ خویشت بودن / صورتِ ما شدہ عکسِ تو در آئینۂ ما

نیست مستانِ ترا تفرقۂ بدر و ہلال / بادہ مہتاب بود در شبِ آدینۂ ما

غالب امشب ہمہ از دیدہ چکیدن دارد / خونِ دل بود مگر بادۂ دوشینۂ ما

○

سوزِ عشقِ تو پس از مرگ عیانست مرا / رشتۂ شمعِ مزار از رگِ جانست مرا

ہر خراشے کہ ز رشکِ تنم افتد بر دل / در سپاسِ دمِ تیغِ تو زبانست مرا

دل خود از تست وہم از ذوقِ خریداریِ تست / این ہمہ بحث کہ در سود و زیانست مرا

جوئی از بادہ و جوئی ز عسل دارد خلد / لبِ لعلِ تو ہم اینست و ہم آنست مرا

بیخودی کردہ سبکدوش فراغے دارم / کوہِ اندوہ رگِ خوابِ گرانست مرا

خارہا از اثرِ گرمیِ رفتارم سوخت / منّتے بر قدمِ راہ روانست مرا

رہروِ تفتہ و رفتہ بہ آبم غالب! / توشۂ بر لبِ جو ماندہ نشانست مرا

○

سایہ و چشمہ بصحرا دمِ عیشے دارد / اگر اندیشۂ منزل نشود رہزنِ ما

دوست باکینۂ ما مہرِ نہان می ورزد / خود ز رشکست اگر دل برد از دشمنِ ما

می برد مور مگر جان بسلامت ببرد / تا چہ برقست کہ شد نامزدِ خرمنِ ما

○

بر روی حاسدان درِ دوزخ کشودہ رشک / از بہرِ خویش جنّتِ در بستہ ایم ما

در گردِ غربت آینه دارِ خودیم ما | یعنی ز بیکسانِ دیارِ خودیم ما
روے سیاہِ خویش ز خود ہم نہفتہ ایم | شمعِ خموش کلبۂ تارِ خودیم ما

○

بشغلِ انتظارِ مہوشان در خلوتِ شبہا
سرِ تارِ نظر شد رشتۂ تسبیح کوکبہا
بروے برگِ گل تا قطرۂ شبنم نہ پنداری
بہار از حسرتِ فرصت بدندان میگزد لبہا
بخلوتخانۂ کامِ نہنگِ 'لا' زدم خود را
ستوہ آمد دل از ہنگامۂ غوغاے مطلبہا
کند گر فکرِ تعمیرِ خرابیہاے ما گردون
نیاید خشت مثلِ استخوان بیرون ز قالبہا
خوشا بیرنگیِ دل، دستگاہِ شوق را نازم
نمی بالد بخویش این قطرہ از طوفان مشربہا
خوشا رندی و جوشِ زندہ رود و مشربِ عذبش
بلب خشکی چہ میری در سرابستانِ مذہبہا
تو خوے پنداری و دانی کہ جان بردم نمی دانی
کہ آتش در نہادم آب شد از گرمیِ تبہا

مبادا چون تارِ سُبحه از هم بگسلد غالب!
نفس با این ضعیفی برنتابد شورِ یاربہا

○

نشد روزے کہ سازم طرہ اجزاے گریبان را
بدستم چاکہا چون شانہ ماند از نارسائیہا
چہ خوش باشد دو شاہد را بہ بحثِ نازہ پیچیدن
نگہ در نکتہ زائیہا نفس در سُرمہ سائیہا
سخن کوتہ، مرا ہم دل بتقوی مائل ست اما
زننگِ زاہد افتادم بکافر ماجرائیہا

○

جان برنتابد اے دل! ہنگامہٴ ستم را
از سینہ ریز بیرون مانندِ تیغ دم را
گویند می نویسد قاتل براتِ خیری
یارب شکستہ باشد بر نامِ ما قلم را
کاشانہ گشت ویران، ویرانہ دلکشاتر
دیوار و در نسازد زندانیانِ غم را
زاہد! منا ز چندین زُنّارم ار گسستی
از جبہ ام ندزدد کس سجدہٴ صنم را

○

زبانزِ نامدنِ نامہ برخوشم کہ ہنوز
بہ آرزوے خبر میتوان فریفت مرا
شب فراق ندارد سحر، ولے یکچند
بگفتگوے سحر میتوان فریفت مرا

○

زمن گرت نبود باور انتظار، بیا — بہانہ جوی مباش و ستیزہ کار بیا

بہانہ جوست در الزامِ مدعی شوقت — یکے بہ رغمِ دلِ ناامیدوار بیا

ہلاکِ شیوۂ تمکین مخواہ مستان را — عنان گسستہ تر از بادِ نوبہار بیا

وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد — ہزار بار برو، صد ہزار بار بیا

تو طفلِ سادہ دل و ہمنشین بد آموزست — جنازہ گر نتوان دید، بر مزار بیا

فریب خوردۂ نازم، چہا نمیخواہم — یکے بپرسشِ جانِ امیدوار بیا

حصارِ عافیتی گر ہوس کنی غالب! — چو ما بہ حلقۂ رندانِ خاکسار بیا

○

چوں بہ قاصد بسپرم پیغام را — رشک نگزارد کہ گویم نام را

گشتہ در تاریکیِ روزم نہان — کو چراغے تا بجویم شام را

آن میم باید کہ چون ریزم بجام — زورِ مے در گردش آرد جام را

بیگناہم، پیرِ دیر! از من مرنج — من بمستی بستہ ام احرام را

○

در ہجر طرب بیش کند تابِ دژم را — مہتاب کفِ مارِ سیاہست شبم را

ساز و قدح و نغمہ و صہبا ہمہ آتش — یابی ز سمندر ردِ بزمِ طربم را

○

دامن افشاندم بجیب و ماندہ در بندِ تنم — رشتئے کو تا برون آرد ز عریانی مرا

تشنہ لب بر ساحلِ دریا ز غیرت جان دہم — گر بموج افتد گمانِ چینِ پیشانی مرا

از وہمِ قطرگیست کہ در خود گمیم ما — امّا چو وا رسیم ہمان قلزمیم ما

○

بہ بیم افگندہ مے را چارۂ رنجِ خمارِ ما — قدح بر خویش می لرزد ز دستِ رعشہ دارِ ما
خوشا جانے کہ اندوہے فرو گیرد سراپایش — ز نومیدی توان پرسید لطفِ انتظارِ ما
حریفان شورشِ عشقِ ترا بے پردہ دیدندے — بداماں گر نہ گشتی موسمِ گل پردہ دارِ ما
ہنوز از مستیِ چشمِ تو می بالد تماشائے — بموجِ بادہ ماند پرتوِ شمعِ مزارِ ما

○

بہ پایانِ محبت یاد می آرم زمانے را
کہ دل عہدِ وفا نابستہ دارم دلستانے را
فسونے گو کہ بر حالِ غریبے دل بدرد آرد
بد اندیشے باندوہِ عزیزان شادمانے را
اجازت داد بیننش یکدو حرف از دردِ دل گفتم
پس از دیری کہ بر خود عرضہ دادم داستانے را
جہان ہیچ است باوے لاجرم زین ہا چہ اندیشد
گرفتم کز فغانم دل ز ہم پاشد جہانے را
ندارم تابِ ضبطِ راز و می ترسم ز رسوائی
مگر جویم ز بہرِ ہمزبانی بیزبانے را

بیا در گلشنِ بختم کہ در ہر گوشہ بنمائیم
زجوشِ لالہ و گل در حنا پائے خزانے را

کمالِ دردِ دل اصل ست در ترکیبِ انسانی
بخون آغشتہ اند اندر بُنِ ہر موئے جانے را

خورم خوف از تو بیحد لیکن از زاری چہ کم گردد
اگر شد زہرہ آب و برد اجزائے فغانے را

بشہر از دوست بعد از روزگارے یافتم غالب
زعنوانِ خطے کز راہِ دور آمد نشانے را

○

از نیست اگر ساختہ پرداختۂ ما — کفرے نبود مطلبِ بیباختۂ ما

○

حیرت زدۂ جلوۂ نیرنگِ خیالم — آیینہ مدار ید بہ پیشِ نفسِ ما
وقتست کہ خونِ جگر از درد بجوشد — چندانکہ چکد از مژۂ دادرسِ ما
خرسندیِ غالب نبود زین ہمہ گفتن — یکبار بفرمائے کہ "اے ہیچکسِ ما!"

○

شکست رنگ تا رسوا نسازد بیقراران را
جگر خونست از بیم نگاہت رازداران را

درآ، بیخود بباز یگاهِ اہلِ حسن، تا بینی
بروے شعلہ گرمِ مشقِ جولان نیٔ سواران را
نگشت از سجدۂ حق جبہۂ زہّاد نورانی
چنان کافروخت تابِ بادہ رُوے بادہ خواران را

○

سپردم دوزخ و آن داغہاے سینہ نابش را
سرابے بود در رہ تشنۂ برقِ عتابش را
ندانم تا چہ برقِ فتنہ خواہد ریخت بر ہوشم
تصور کردہ ام بگسستنِ بندِ نقابش را
سوارِ توسنِ نازست و بر خاکم گزر دارد
ببال اے آرزو، چندانکہ دریابی رکابش را
خیالش صیدِ دامِ پیچ و تابِ شوق بود، امّا
من از مستی غلط کردم، بشوخی اضطرابش را

○

درازیِ شبِ ہجران زحد گزشت بیا
فداے رُوے تو عمرِ ہزار سالۂ ما

○

نہفت شوخیِ بے پردہ شورِ جنگش را
زبادہ تندیِ این بادہ بُرد رنگش را
چو غنچہ جوشِ صفاے تنش زبالیدن
دریدہ بر تنِ نازک قباے تنگش را

جگر نشانہ نہم بر خود اعتمادم نیست   مباد دل بہ تپش رُو کند خدنگش را
ز ظرفِ غالبِ آشفتہ گر نہ آگاہ   بیاز ما بمے تند ہوش و ہنگش را

○

رازِ خویت از بد آموزِ تو میجوییم ما   از تو می گوییم گر با غیر می گوییم ما

○

شوخی کہ خود ز نامِ وفا ننگ داشتے   برباد میدہد بوفا نام و ننگ را

○

سوزد ز بسکہ تابِ جمالش نقاب را   دانم کہ درمیان نہ پسندد حجاب را
تا خود شبے بہمدمیِ ما بسر برد   در چشمِ بختِ غیر رہا کرد خواب را
جرأت نگر کہ ہرزہ بہ پیش آمدِ سوال   گیرم بہ بوسہ زان لبِ نازک جواب را
نازم فروغِ بادہ ز عکسِ جمالِ دوست   گوئی فشردہ اند بجام آفتاب را
آتش دہم ببادہ و او ہر دم از تمیز   نوشد مے و ز جام فرو ریزد آب را
آسودہ باد خاطرِ غالب کہ خوی اوست   آمیختن ببادۂ صافی گلاب را

○

نویدِ التفاتِ شوق دادم از بلا جان را
کمند صد بہ طوفان شمردم موجِ طوفان را
چنان گرم ست بزم از جلوۂ ساقی کہ پنداری
گدازِ جوہرِ نظارہ در جامست مستان را

تکلف برطرف لب تشنۂ بوس و کنارستم
ز را ہم باز چیدن دامِ نوازش ہاے پنہان را

چمن سامان بتے دارم کہ دارد وقتِ گل چیدن
خرامے کز ادائے خویش پُر گل کردہ دامان را

باندازِ صبوحی چون بگلشن ترکتاز آری
پریدنہاے رنگِ گل شفق گردد گلستان را

چہ دُزدد دل، چہ موجِ رنگ در ہر پردہ از ہستی
خیالم شانہ باشد طرّۂ خوابِ پریشان را

رسیدنہاے منقارِ ہما بر استخوان غالب
پس از عمرے بیادم داد رسم و راہِ پیکان را

○

بخلوت مژدۂ نزدیکیِ یارست پہلو را
فریبِ امتحانِ پاکبازی دادہ ام او را

زمن رنجیدہ با اغیار در نازست میخواہد
بجنبش ہاے ابرو از گرہ پرداز ابرو را

چو بنشیند بمحفل بگذرانم در دلِ تنگش
کہ رنجد غیر از و چون بی سبب در ہم کشد رو را

○

بادۂ مشکبوے ما، بید و کنارِ کشتِ ما
کوثر و سلسبیلِ ما، طوبیِ ما، بہشتِ ما

بسکہ غمِ تو بودہ است تعبیہ در سرشتِ ما
نسخۂ فتنہ می برد، چرخ ز سرنوشتِ ما

حسرتِ وصل از چہ رو، چون بخیال سرخوشیم
ابر اگر بایستد بر لبِ جوست کشتِ ما

نورِ خرد در آگہی خواہشِ تن پدید کرد
عرفِ زقومِ دوزخ ست نامیہ در بہشتِ ما

این ہمہ از عتابِ تو ایمنیِ عدو چراست
اے بہ بدی و ناخوشی خوے تو سرنوشتِ ما

بردہ صدار بعین بسر بر سرِ صد ہزار خم
گر بہی در آفتاب بادہ چکد ز خشتِ ما

بیخطر از خودی بر آ، لب بہ انا الصنم کشا
شیوۂ گیر و دار نیست، در کنشِ کنشتِ ما

بادہ اگر بود حرام، بذلہ خلافِ شرع نیست
دل نہی بخوبِ ما، طعنہ مزن بزشتِ ما

○

مُردم ز فرطِ ذوق و تسلّی نمی شوم
یارب، کجا برم لبِ خنجر ستاے را
غالب! بریدم از ہمہ خواہم کہ زین سپس
کنجی گزینم و بپرستم خداے را

○

چون شعلہ ہم ز رُوے تو پیداست خوے تو
تا کے بتابِ بادہ فریبی نظارہ را
سرگرمِ مہر شد دلِ چرخِ ستیزہ خو
چندان کہ داغ کرد جبینِ ستارہ را
اے لذّتِ جفاے تو در خاک بعدِ مرگ
باجان سرشتہ حسرتِ عمرِ دوبارہ را

○

طبیعی نیست ہر جا اختلاط، از وے حذر خوشتر
کم از سوزندہ آتش نیست آبِ گرم ماہی را
نماند از کثرتِ داغِ غمت آنمایہ جا باقی
کہ داغے در فضاے سینہ اندازد سیاہی را

شبم تاریک و منزل دور و نقشِ جادہ ناپیدا
ہلاکم جلوۂ برقِ شرابِ گاہ گاہی را

○

چشم برتازگیِ شورِ جنون دوختہ ست — در خزان بیش بود مستیِ دیوانۂ ما
مے باندازہ حرام آمدہ، ساقی ابرخیز — شیشۂ خود بشکن، بر سرِ پیمانۂ ما
بچراغے نرسیدیم درین تیرہ سرا — شمعِ خاموش بود طالعِ پروانۂ ما
دمِ تیغت تنک و گردنِ ما باریکست — آفرین بر تو و بر ہمّتِ مردانۂ ما
خوش فرو میرود افسونِ رقیبت در دل — پنبۂ گوشِ تو گردد مگر افسانۂ ما
مو بر آید ز کفِ دست اگر دہقان را — نیست ممکن کہ کشد ریشہ سر از دانۂ ما
دادہ بر تشنگیِ خویش گواہی غالب — دہنِ ما بزبانِ خطِ پیمانۂ ما

○

چشم آغشتہ بخون بین و ز خلوت بدر آی — اینک ابرِ شفق آلودہ گلستانِ ترا
آیی از بزمِ رقیب و سرِ راہت میرم — تا ربایم دل از نازِ پشیمانِ ترا

○

ز ہستی پاک شو گر مردِ راہی، کاندرین وادی
گرانیہاست رختِ رہروِ آلودہ دامان را
بسا افتادہ سرمست و بسا افتادہ در طاعت
تو دانی تا بلطف از خاک برداری گدایان را

زقاتل مژدۂ زخمے، گلم در جیبِ جان ریزد
نشاط انگیز باشد بوے خون خونین مشامان را

○

ندارد حاجتِ لعل و گہر حسنِ خدا دادت
عبث در آب و آتش راندۂ بازارگاناں را
چہ بے برگیست جان دادن بزخمی زان دمِ خنجر
ہلاکستم فراخی ہاے عیشِ سخت جانان را
عوض دارد گر آزارد دلم آزردہ میخواہم
بقتلِ خویش دست و ساعدِ نازک میانان را

ب

خیز و بیراہروی را سرِ راہے دریاب
شورشِ افزائیِ حوصلہ گاہے دریاب

عالم آیینۂ رازست، چہ پیدا، چہ نہان
تابِ اندیشہ نداری، بنگاہے دریاب

گر بمعنی نرسی، جلوۂ صورت چہ کم ست
خمِ زلف و شکنِ طرفِ کلاہے دریاب

غمِ افسردگیم سوخت، کجائی، اے شوق!
نفسم را بہ پرافشانیِ آہے دریاب

داغِ ناکامیِ حسرت بود آیینۂ وصل
شبِ روشن طلبی، روزِ سیاہے دریاب

فرصت از کف مدہ و وقت غنیمت پندار
نیست گر صبحِ بہاری، شبِ ماہے دریاب

گر پس از جور بانصاف گراید، چہ عجب ... از حیا روے بما گر نہ نماید، چہ عجب
چون گشتہ می گشدم رشک کہ در پردۂ جام ... از لبِ خویش اگر بوسہ رباید، چہ عجب

○

بخوابم میرسد بندِ قبا وا کردہ از مستی
ندانم شوقِ من بر روے چہ افسون خواندہ است امشب
خوش ست افسانۂ دردِ جدائی، مختصر، غالب!
بحشر میتوان گفت. آنچہ در دل ماندہ است امشب

○

ہان آینہ بگذار کہ عکسم نفریبد ... نظارۂ یکتائیِ حق میکنم امشب
از ہر بنِ مو چشمۂ خون باز کشادم ... آرایشِ بستر ز شفق میکنم امشب

پ

سحر دمیدہ و گل در دمیدنست، مخسپ
جہان جہان گلِ نظارہ چیدنست، مخسپ
مشام را بہ شمیمِ گلے، نوازش کن
نسیمِ غالیہ سا، در وزیدنست، مخسپ
ستارۂ سحری مژدۂ سخِ دیداریست
ببین کہ چشمِ فلک در پریدنست، مخسپ

نشاطِ گوش، بر آوازِ قلقل ست، بیا
پیالہ چشم براہِ کشیدنست، مخسپ
بذکرِ مرگ شبے زندہ داشتن ذوقیست
گرت فسانۂ غالب شنیدنست، مخسپ

ت

گلشن بفضائے چمنِ سینۂ ما نیست — ہر دل کہ نہ زخمے خورد از تیغِ تو، وا نیست
عمریست کہ می میرم و مردن نتوانم — در کشورِ بیدادِ تو، فرمانِ قضا نیست
جنت نکند چارۂ افسردگیِ دل — تعمیر باندازۂ ویرانیِ ما نیست

○

مستیِ دل دیدہ را محرمِ اسرار کرد
بیخودیِ پردہ دار، پردہ درافتادہ است

○

در گردِ نالہ وادیِ دل رزمگاہِ کیست — خونی کہ میدود بشرایین، سپاہِ کیست
حسنِ تو در حجاب، ز شرمِ گناہِ کیست — جا بر کرشمہ تنگ، ز جوشِ نگاہِ کیست
مستست و رخ کشادہ بگلزار میرود — خون در دلِ بہار، ز تاثیرِ آہِ کیست
مُو برنتابد اینہمہ پیچ و خم و شکن — زلفِ تو، روزنامۂ بختِ سیاہِ کیست
با من بخوابِ ناز و من از رشک بدگمان — تا عرصۂ خیالِ عدو جلوہ گاہِ کیست

سینہ بکشودیم و خلقے دید کاینجا آتش ست
بعد ازین گویند آتش را کہ گویا آتش ست

انتظارِ جلوۂ ساقی کبابم می کند
مے بساغر آبِ حیوان و بمینا آتش ست

گریہ ات در عشق از تاثیرِ دودِ آہِ ماست
اشک در چشمِ تو آب و در دلِ ما آتش ست

بے تکلف در بلا بودن بہ از بیمِ بلاست
قعرِ دریا سلسبیل و روے دریا آتش ست

گریۂ دارم کہ تا تحت الثریٰ آبست و بس
نالۂ دارم کہ تا اوجِ ثریا آتش ست

پاک خورامروز ز نہار از پئی فرداست
در شریعت بادہ امروز آب و فردا آتش ست

راز بد خویان نہفتن بر نتابد بخش ازین
پردہ دارِ سوز و سازِ ما سنبر پا آتش ست

○

بخود رسیدنش از ناز بسکہ دشوارست
چو ما بدامِ تمنائے خود گرفتارست

غمم شنیدن و لختے بخود فرو رفتن
خوشا فریبِ ترحم چہ سادہ پرکارست

○

بخواب آید نش جز بستم ظریفی نیست | خدا نخواستہ باشد بغیر ہم خوابست

○

گر دِرہ خویش از نفسم باز ندانست | ننگش ز خرام آمد و پرواز ندانست
گریم کہ برد موجۂ خون خوابگہش را | در نالہ مرا دوست ز آواز ندانست
ہمدم کہ ز اقبال نویدِ اثرم داد | اندوہِ نگاہِ غلط انداز ندانست
مخمور مکافات بخلد و سقر آویخت | مشتاق عطا شعلہ زگل باز ندانست

○

ہر ذرہ در طریقِ وفائے تو منزلے | ہر قطرہ از محیطِ خیالت کرانہ ایست

○

ہر چہ فلک نخواست ست، ہیچ کس از فلک نخواست
ظرفِ فقیہ می نجست، بادۂ ما گزک نخواست
غرقہ بموجہ تاب خورد، تشنہ ز دجلہ آب خورد
زحمتِ ہیچ یک نداد، راحتِ ہیچ یک نخواست
جاہ ز علم بیخبر، علم ز جاہ بے نیاز
ہم محکِ تو زر ندید، ہم زرِ من محک نخواست
زاہد و ورزشِ سجود، آہ ز دعویٔ وجود
تا نزد ابر من رہش، بدرقۂ ملک نخواست

بحث و جدل بجای مان، میکدہ جوے کاندران
کس نفس از جمل نزد، کس سخن از فدک نخواست

گشتہ در انتظارِ پور، دیدۂ پیر رہ سفید
در رہِ شوق ہم رہی، دیدۂ زمردمک نخواست

رندِ ہزار شیوہ را، طاعتِ حق گران نبود
لیک صنم بسجدہ در ناصیہ مشترک نخواست

○

دارم دلے ز آبلہ نازک نہاد تر — آہستہ پانہم کہ سرِ خار نازک ست
میر نجد از تحمّلِ ما بر جفاے خویش — ہان شکوۂ کہ خاطرِ دلدار نازک ست

○

در کشاکشِ ضعفم، نگسلد روان از تن — اینکہ من نمی میرم، ہم ز ناتوانیہاست
از خمیدنِ پشتم رُوے بر قفا باشد — تا چہا دریں پیری، حسرتِ جوانیہاست
کشتۂ دلِ خویشم کز ستمگران یکسر — دیدہ دلفریبیہا، گفتہ مہربانیہاست
با عدو عتابستے، وز منش حجابستے — وہ چہ دلربائیہا، ہی چہ جانستانیہاست
با چنیں تہیدستی، بہرہ چہ بود از ہستی — کارِ ما ز سرمستی آستین فشانیہاست

○

داد از تظلّمے کہ بگوشت نمی رسد — آہ از توقعے کہ وجودش نماندہ است
دل را بوعدۂ ستمے میتوان فریفت — نازے کہ بر وفاے تو بودش نماندہ است

بلبل دلت بنالۂ خونین بہ بند نیست | آسودہ زی کہ یارِ تو مشکل پسند نیست
بیخود بزیرِ سایۂ طوبیٰ غنودہ اند | شبگیرِ رہروانِ تمنا بلند نیست
مے نوش و تکیہ بر کرمِ کردگار کن | خطِ پیالہ را رقمِ چون و چند نیست
غالب بمن مخند کہ در انجامِ برشکال | غیر از شراب و انبہ و برفاب و قند نیست

○

مستیِ ما از بادہ عرضِ اعتباری بیش نیست | محتسب افشردۂ انگور آبی بیش نیست
رنج و راحت بطرفِ مشرب پرستاریم ما | دوزخ از سرگرمیِ تازِ تپش تابی بیش نیست
خارہا از رنگہا سر تا سر بیکرنگی گذشت | رشتۂ گوہر خمِ سحابی بیش نیست
شوخیِ اندیشہ تو بیش مستی تا بپای ما | تار و پودِ ہستیِ ما پیچ و تابی بیش نیست
زخمِ دل لب تشنۂ تیزِ سمِ بادہ نیست | این نمکدان با چشمِ سرابی بیش نیست
بعد ازین مستی ز رنگِ زر می جستم | حسن با این تابناکی آفتابی بیش نیست

○

لذتِ عشق از نفس بینوائی حاصل است
آنچنان تنگ است دستِ من کہ پنداری دل است
وای لب گر دل ز تابِ تشنگی نگدازدم
میگساران مست و من مخمور ساقی غافل است
بسکہ خونابہ اشکِ غم فرسودہ اعضای مرا
رازِ دل از ہمنشینان نہفتن مشکل است

باہمہ نزدیکی از وے کامِ دل نتوان گرفت

تشنۂ ما بر کنارِ آب جو پا در گل است

ما ہمان عینِ خودیم اما خود از وہمِ دوئی

درمیانِ ما و غالب، ما و غالب حائل است

○

هم وعده و هم منع ز بخشش چه حساب است؟ — جان نیست مگر زر که توان داد، شراب است

لهراسپ کجا رفتی و پرویز کجایی؟ — آتشکده ویرانه و میخانه خراب است

○

بر تنگی ما بگیر رحم که یک عمر گناه — هم بتاراجِ سبکدستیِ بخشودن رفت

○

رسید تیغِ تو ام بر سر و ز سینه گزشت — زہے شگفتگیِ دل که از جبین پیدا است

زہے لطافتِ پروازِ سعیِ ابرِ بہار — که ہر چه در دلِ باد است از زمین پیدا است

○

شادم ز دردِ دل که بغم ز شکیب ریخت

نومیدیی که راحت جاوید بوده است

تلخست تلخ، رشکِ تمنائے خویشتن

شادم که دل ز وصلِ تو نومید بوده است

○

یار در عہدِ شبابم بکنار آمد و رفت ‌ ‌ ‌ ہمچو عیدے کہ در ایامِ بہار آمد و رفت

○

بر نتابم بسبو بادہ ز دور آوردن ‌ ‌ ‌ خانۂ من بسرِ کوے مغان میبایست
یا تمنائے من از خلدِ برین نگزشتے ‌ ‌ ‌ یا خود امید گہی در خورِ آن میبایست

○

چشمِ بد دور، چہ خوش می تپم امشب کہ بروز ‌ ‌ ‌ نفسِ سوختہ در سینہ پریشان شدہ است

○

فغان کہ برقِ عتابِ تو آنچنانم سوخت ‌ ‌ ‌ کہ راز در دل و مغز اندر استخوانم سوخت
شنیدہ کہ با آتش نسوخت ابراہیم ‌ ‌ ‌ ببیں کہ بے شرر و شعلہ میتوانم سوخت
مراد میدنِ گل، در گمان فگند امروز ‌ ‌ ‌ کہ باز بر سرِ شاخِ گل آشیانم سوخت
زِ گلفروش ننالم کز اہلِ بازار ست ‌ ‌ ‌ تپاکِ گرمیِ رفتارِ باغبانم سوخت
نفس گداختگیہاے شوق را نازم ‌ ‌ ‌ چہ شمعہا بسراپردۂ بیانم سوخت
مگر پیامِ عتابے رسیدہ است از دوست ‌ ‌ ‌ شکستہ رنگیِ یارانِ راز دانم سوخت
خبر دہید بقاتل کہ ہجر می کُشدم ‌ ‌ ‌ ز تابِ ہجر چہ منّت برم کہ تابم سوخت

○

تاثیرِ آہ و نالہ مسلّم، ولے مترس ‌ ‌ ‌ ما را ہنوز عربدہ باخویشتن بسیست

○

چو صبحِ من ز سیاہی بشام مانند ست ‌ ‌ ‌ چگونہ بیم کہ ز شب چند رفت یا چند ست

بہ رنج از پیِ راحت نگاہ داشتہ اند
ز حکمت ست کہ پای شکستہ در بند ست

دراز دستیِ من چاکے ار فگند، چہ عیب
ز پیش دلقِ ورع، با ہزار پیوند ست

نہ گفتہ ای کہ بہ تلخی بساز و پند پذیر
برو کہ بادۂ ما تلخ تر ازین پند ست

ز بیمِ آنکہ مبادا بمیرم از شادی
نگوید، ارچہ بمرگِ من آرزومند ست

شمارِ کجرویِ دوست در نظر دارم
درین نورد ندانم کہ آسمان چند ست

اگر نہ بہرِ من، از بہرِ خود عزیزم دار
کہ بندہ خوبیِ او خوبیِ خداوند ست

○

ساخت ز راستی بغیر ترکِ فسونگری گرفت
زہرہ بطالعِ عدو شیوۂ مشتری گرفت

آمد و از رہِ غرور بوسہ بخلوتم نداد
رفت و در انجمن ز غیر مزدِ نواگری گرفت

جادہ شناسِ کو کہ خصم بودم و دوست راہ جُوی
منکرِ ذوقِ ہمرہی، خوردہ برہبری گرفت

○

نازم بفریبی کہ دہی اہلِ نظر را
کز بوسہ پیامی بدہانست و دہان نیست

پہلو بشگافید و ببینید دلم را
تا چند بگویم کہ چسان ست و چسان نیست

○

دل بُرد و حق آنست کہ دلبر نتوان گفت
بیداد توان دید و ستمگر نتوان گفت

پیوسته دهد باده و ساقی نتوان خواند — همواره تراشد بت و آزر نتوان گفت
آن راز که در سینه نهانست نه وعظ است — بر دار توان گفت و به منبر نتوان گفت

○

کاری عجب افتاد بدین شیفته ما را — مومن نبود غالب و کافر نتوان گفت

○

گفتم که بپرسم خبر عمر گذشته — ساقی بقدح بادهٔ ده ساله فرو ریخت

○

خواست کز ما رنجد و تقریب رنجیدن نداشت
جرم خود از دوست پرسیدم که پرسیدن نداشت
بیخودی تمنّا بر سر ما کرد بس جا تنگ کرد
شمع بزم ما ز نور شعله جنبیدن نداشت
بر دل آدم از امانت هر چه گردون بر نتافت
ریخت هم بر خاک چون در جام گنجیدن نداشت

○

زنهار ازان شهیدان هراس بخشش چه — قربت دست قضا کشتهٔ ادای تو کیست

○

بلا ز دیده‌وران غیر را نساختنست — بسینه می‌سپرم ره اگرچه پا شکنست
بدین نیاز که با نسبت ناز میرسدم — گدای سایهٔ دیوار پادشا خفتست

ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز — گسستہ لنگرِ کشتی و ناخدا خفتست

دلم بہ سُبحہ و سجّادہ و ردا لرزد — کہ دزدِ مرحلہ بیدار و پارسا خفتست

درازیِ شب و بیداریِ من، این ہمہ نیست — ز بختِ من خبر آرید: تا کجا خفتست

براہ خفتنِ من ہر کہ بنگرد، داند — کہ میرِ قافلہ در کاروانسرا خفتست

○

کشتہ را رشکِ کشتۂ دگرست — من و زخمے کہ بر دل از جگرست

○

نامہ از سوزِ درونم برقم سوخت شد

قاصد از دم زند از حوصلہ پیغامے ہست

گہ رخ آرائی و گہ زلفِ سیہ تاب دہی

باد ناری کہ، مرا تیرہ سرانجامے ہست

کیست در کعبہ کہ، رطلے ز نبیذم بخشد

در گروگان طلبم، جامۂ احرامے ہست

بر دلِ نازکِ دلدار گرانی مکناد

خواہشِ ما کہ جگر گوشۂ ابرامے ہست

○

لرزم بکوئے غیر ز بیتابیِ نسیم — کاندر امیدواریِ بوئے لباس کیست

از بیکسانِ شہرم و از ناکسانِ دہر — گر کشتۂ، سرِ تو سلامت، ہراس کیست

صحنِ چمن نمونۂ بزمِ فراغِ تو
بادِ سحر علاقۂ ربطِ حواس کیست

○

نہ بدر جستنہ شرار و نہ بجا ماندہ رماد
سوختم لیک ندانم بچہ عنوانم سوخت

کافرِ عشقم و دوزخ نبود درخورِ من
غیرتِ گرمیِ ہنگامۂ صنعانم سوخت

○

ذوقِ طلبت جنبشِ اجزاے بہار ست
شورِ نفسم رعشۂ اعضاے نسیم ست

بے پردہ ستم کن رخت از بادہ دو رنگ ست
بیصرفہ بنالم دلم از غصہ دو نیم ست

○

در راہِ ثوابش قدِ افراختۂ نیست
در بزمِ عتابش رخِ افروختہ ہست

○

بامن کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست
در امرِ خاص حجتِ دستورِ عام چیست

مستم ز خونِ دل کہ دو چشمم ازان پُر است
گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست

با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام
داند کہ حُور و کوثر و دارالسّلام چیست

گفتی قفس خوش ست توان بال و پر کشود
بارے علاجِ خستگیِ بندِ دام چیست

غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت
پرسد چرا کہ نرخِ مے لعل فام چیست

○

لطفِ خدائے ذوقِ نشاطش نمیدہد | کافر دلے کہ با ستمِ دوست خو گرفت
شرمندۂ نوازشِ گردون نماندہ ام | گر چاک دوخت، جامہ بمزدِ رفو گرفت

○

غبارِ طرفِ مزارم بہ پیچ و تابی ہست | ہنوز در رگِ اندیشہ اضطرابے ہست
نظر فروز ادا ہا بدشمن ارزانی | بمن سپار اگر داغِ سینہ تابے ہست

○

ہجومِ گل بگلستان ہلاکِ شوقم کرد | کہ جا نماندہ و جائے تو ہمچنان خالیست
نہ شاہدے بتماشا، نہ بیدلے بنوا | ز غنچہ گلبن و از بلبل آشیان خالیست

○

ز من گسستی و پیوند مشکل افتادست | مرا گریز بخوئے کہ در دل افتادست
رسد دمے کہ خجالت کشم ز گرمیِ دوست | ز خصم داغم و اندیشہ باطل افتادست
شگافے از جگرِ ذرّہ نم برون ندہد | بوادیے کہ مرا بار در گل افتادست
درین روش بچہ امید دل توان بستن | میانۂ من و اُو شوق حائل افتادست
بہ ترکِ گریہ برم دہشتِ اثر ز دلش | کہ خود ز شبروِی نالہ غافل افتادست
بہ صبر کم نیم، اما عیارِ ایوبے | بقدرِ آنکہ گرفتند کامل افتادست

مرا چہ جرم گر اندیشہ آسمان پیماست   نہ تیز گامیِ توسن زتازیانہ تست

جیحون و نیل نیست، دلست، از خدا بترس
گر نیست خونِ دیدہ بدامن، درین چہ بحث
بے پردہ شو زغصّہ و الزام دِہ مرا
گفتم کہ گل خوشست بگلشن، درین چہ بحث

ج

دردستِ دیگریست سفید و سیاہِ ما   با روز و شب بعربدہ بودن چہ احتیاج
غالب کشودہ مزہ دردل و دیدہ است   بوسِ لبِ ترا بہ بودن، چہ احتیاج
بفگن در آتش و تب و تابم نظارہ کن   غمنامۂ مرا بکشودن، چہ احتیاج

○

زاریِ ما در غمِ دل دیدہ و شادی مرگ شد   مردنِ دشمن زتاثیرِ دعاے ما مسنج

تن پروریِ خلق فزون شد ز ریاضت
جز گرمیِ افطار ندارد رمضان ہیچ

در پردۂ رسوائیِ منصور نوائیست
رازت نشنودیم ازین خلوتیان ہیچ

○

پیش ازین کے بود، ابہم التفاتے بودہ است
اینقدر برخود ز رنجشہاے بیجایش مپیچ

ح

بادۂ پرتوِ خورشید و ایاغ دمِ صبح
مفتِ آنانکہ درآیند بباغ دمِ صبح
غالب امروز بوقتی کہ صبوحی زدہ ام
چیدہ ام این گلِ اندیشہ زباغ دمِ صبح

○

آ بے بعشق فاتحِ خیبر کنیم طرح
در گنبدِ سپہر دگر در کنیم طرح

تا چند نشنوی تو و ما حسبِ حالِ خویش
افسانہ ہاے غیر مکرر کنیم طرح

آئینِ برہمن بنہایت رساندہ ایم
غالب! بیا کہ شیوۂ آزر کنیم طرح

خ

داغِ شوقِ تو بہ آرایشِ دلہا سرگرم
زخمِ تیغِ تو بگلگشتِ جگرہا گستاخ

باخبر باش کہ دردے کہ زبیدردیِ تُست | نالہ را کرد دراظہارِ اثر باگستاخ
ہاے، این پنجہ کہ باجیب کشاکش دارد | بود بادامنِ پاکت چہ قدر باگستاخ
تا زدلہاے نزارش چہ محابا باشد | سرِ زلفے کہ بہ پیچد بہ کمر ہاگستاخ

○

قاصدِ من براد مردہ ومن | ہمچنان در شمارۂ فرسخ

د

جنون نگو او بش نیست، بلکہ خود داریست
کہ تن بہمدمیِ عقلِ ذوفنون ندہد
کفیلِ ہوشِ خودم، وقتِ مے، ببزمِ حبیب
بشرطِ آنکہ زیک قلزمم فزون ندہد

○

تبسمیست ببالینِ کشتگانِ خودم | کہ گل بجیبِ تمناے خونبہا ریزد
بروزِ وصل، در آغوشم، آنچنان بفشار | کہ بےمن از لبِ من شکوۂ تو وا ریزد
شباب و زہد، چہ ناقدردانیِ ہتیست! | بلا بجانِ جوانانِ پارسا ریزد

○

من آن نیم کہ بتانم کنند دلجوئی | خوشم زبخت کہ دلدار بدگمان افتاد
ہم از تصرفِ بیتابیِ زلیخا بود | بچاہِ یوسف اگر راہِ کاروان افتاد

حدیثِ مے بدف و چنگ در میان داریم کنوں کہ کار بشیخِ نہفتہ دان افتاد
بکوے یار ز پا افتم و کنم فریاد بدان دریغ کہ دانند ناگہان افتاد

○

اے کہ بدیدہ نم ز تست ، وے کہ بسینہ غم ز تست !
نازشِ غم کہ ہم ز تست ، خاطرِ شاد میدہد
میدہی ام بہ خلد جا ، رحم کجاست . اے خدا !
آب و ہوائے این فضا کوے کہ یاد میدہد

○

دل اسبابِ طرب گم کردہ ، در بندِ غمِ نان شد
زراعتگاہ دہقان میشود ، چون باغ ویران شد
تو گستردی بصحرا دام و از رشکِ گرفتاری
کفِ خاکم برنگِ قمریِ بسمل پَرافشان شد
جنون کردیم و مجنون شہرہ گشتیم از خردمندی
برون دادیم رازِ غم بعنوانی کہ پنہان شد
سراپا زحمتِ خویشیم از ہستی چہ می پُرسی
نفس بر دل دمِ شمشیر و دل در سینہ پیکان شد
فراغت . بر نتابد ہمتِ مشکل پسندِ من
ز دشواری بجان می افتدم کاری کہ آسان شد

چہ پُرسی وجہِ حیرانی کہ ہنگامِ تماشایت
نگاہ از بیخودیہا دست و پا گم کرد و مژگان شد
زما گرم ست این ہنگامہ بنگر شورِ ہستی را
قیامت میدمد از پردۂ خاکی کہ انسان شد
نشاط انگیزیِ اندازِ سعیِ چاک را نازم
بہ پیراہن نمی گنجد گریبانی کہ دامان شد

○

ہمچو رازے کہ بمستی ز دل آید بیرون
در بہاران ہمہ بوئیت زصبا می آید

○

خوش ست آنکہ باخویش جز غم ندارد
ولے خوشتر ست آنکہ این ہم ندارد

○

مژدۂ صبح درین تیرہ شبانم دادند
شمع کشتند و ز خُرشید نشانم دادند
سوختند آتشکدہ ز آتش نفسم بخشیدند
ریختند بتخانہ ز ناقوس فغانم دادند
گہر از رایتِ شاہانِ عجم برچیدند
بعوض خامۂ گنجینہ فشانم دادند
افسر از تارکِ ترکانِ پشنگی بردند
بہ سخن ناصیۂ فرکیانم دادند
گوہر از تاج گسستند و بدانش بستند
ہر چہ بردند بہ پیدا، بہ نہانم دادند
ہر چہ در جزیۂ ز گبران مے ناب آوردند
بشبِ جمعۂ ماہِ رمضانم دادند

○

تا کیم دودِ شکایت ز بیان برخیزد
بزن آتش کہ شنیدن ز میان برخیزد

می رمی از من و خلقے بگمانست ز تو
بیمحابا بشو و بنشیں کہ گمان برخیزد

○

گویم سخنے گرچہ شنیدن نشناسد
صبحیست شبم را کہ دمیدن نشناسد

از بند چہ بکشاید و از دام چہ خیزد
ما ئیم و غزالے کہ رمیدن نشناسد

ما لذتِ دیدار ز پیغام گرفتیم
مشتاق تو دیدن ز شنیدن نشناسد

بے پردہ شو از ناز و میندیش کہ ما را
چون آینہ چشمیست کہ دیدن نشناسد

شوقم مِیِ گلگون بسبو میزند امشب
پیمانہ ز ساقی طلبیدن نشناسد

○

ہر دم ز نشاطم دلِ آزاد بجنبد
تا کیست درین پردہ کہ ز باد بجنبد

وصلِ تو ز نیروے دعا نیست ازین بعد
خون باد زبانے کہ باَوراد بجنبد

○

مقصودِ ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بدان آستان رسد

گم شد نشانِ من چو رسیدم بکنجِ دیر
مانندِ آن صدا کہ بگوشِ گران رسد

○

فردوس جوے عمر بوسواس دادہ را
سرمایہ نیز در ہوسِ سود میرود

نخوت نگر کہ می خلد اندر دلش ز رشک
حرفے کہ در پرستشِ معبود میرود

فرزند زیرِ تیغِ پدر می نہد گلو
گر خود پدر در آتشِ نمرود میرود

دانست کز شہادتم امیدِ جور بود — برگشتنم ز دین دمِ بسمل ضرور بود
مجرم مسنج رندِ انا الحق سرائے را — معشوقہ خودنمائے و نگہبان غیور بود

○

بجان نوید کہ شرم از میانہ ہم رفت — بعیش مژدہ کہ وقتِ وداعِ ہوش آمد
فدائے شیوۂ رحمت کہ در لباسِ بہار — بعذر خواہیِ رندانِ بادہ نوش آمد
ز وصلِ یار قناعت کنون بہ پیغام ست — خزانِ چشم رسید و بہارِ گوش آمد

○

بصحنِ میکدہ سرمست میتوان گردید — بکُنجِ صومعہ وقفِ نماز باید بود

○

ز بس کز لالہ و گل حسرتِ نازِ تو می جوشد
خیابانِ محشر دلہائے خون گردیدہ را ماند
خوشا دلدادۂ چشمِ خودش بودن در آئینہ
ز سرگرمی نگہ صیادِ آہو دیدہ را ماند

○

شادم بخجالت کہ ز ناہم بدر آورد — از کشمکشِ حسرتِ خوابم بدر آورد
جان بر سرِ مکتوبِ تو از شوق فشاندن — از عہدۂ تحریرِ جوابم بدر آورد
نازم بنگاہت کہ ز سرمستیِ انداز — از تفرقۂ مہر و عتابم بدر آورد
نازم بہ گرانمایگیِ سعیِ تحیر — کز سرحدِ این دیرِ خرابم بدر آورد

آن کشتیِ اشکستہ زموجم کہ تباہی | افگند دراتش گراز آبم بدر آورد

○

منم بوصل بہ گنجینہ راہ یافتہ دُزدے | کہ در ضمیر بودبیمِ پاسبانش ولرزد

○

آنانکہ وصلِ یار ہمی آرزو کنند | باید کہ خویش راگبداز ند واُو کنند
وقتست کز روانیِ مے ساقیانِ بزم | پیمانہ راحبابِ لبِ آبجو کنند
دیوانہ وجہِ رشتہ ندارد، مگر ہمان | تارے کشد زجیب کہ تارے رفو کنند
خونِ ہزار سادہ بگردن گرفتہ اند | آنانکہ گفتہ اند: نکو یان نکو کنند
از بس بشوقِ رُوی تو مستست نوبہار | بُوی مے آید، ار دہنِ غنچہ بو کنند
پیمانہ رابما تم صہبا نشاندنست | اے وائے گر زخاکِ وجودم سبو کنند
آلودۂ ریا نتوان بود غالبا! | پاکست خرقہ کہ بہ شست وشو کنند

○

پیداست بے نیازیِ عشق از فنائے ما
گر زورقے شکست، ز دریا چہ میرود
آئینہ خانہ ایست غبارم ز انتظار
اُو جانبِ چمن بتماشا چہ میرود؟
باما کہ محوِ لذّتِ بیداد گشتہ ایم
دیگر سخن ز مہر و مدارا چہ میرود

ہفت آسمان بگردش و ما در میانہ ایم
غالب! دگر مپرس کہ برما چہ میرود

○

نہ از شرمست کز چشمِ وے آسان بر نمی آید
نگاہش با درازیہاے مژگان بر نمی آید
ازین شرمندگی کز بندِ سامان بر نمی آید
سرِ شوریدۂ ما از گریبان بر نمی آید
سرت گردم، بزن تیغ و درے بر روے دل بکشا!
دلم تنگست کار از زخمِ پیکان بر نمی آید
شگفتن عرضِ بیتابیست، بان اے غنچہ، میدانم
دلت با نالۂ مرغِ سحر خوان بر نمی آید
مجو آسودگی گر مردِ راہی، کاندرین وادی
چو خار از پا برآمد، پا ز دامان بر نمی آید

○

چہ عیش از وعدہ چون باور ز عنوانم نمی آید
بنوعے گفت می آیم کہ، میدانم نمی آید

○

چون بسنجد کہ نہ آنست، بکاہد از شرم
ماہ یکچند ببالد کہ جبینِ تو شود

صد قیامت بگدازند و بہم آمیزند — تا ضمیرِ دلِ ہنگامہ گزینِ تو شود
کفر و دین چیست جز آلایشِ پندارِ وجود — پاک شو پاک کہ ہم کفرِ تو دینِ تو شود

○

خیز و دریاتمِ ما سرمہ فروشوی ز چشم — وقتِ مشاطگیِ حُسنِ خداداد آمد

○

دوش کز گردشِ بختم گلہ بر رُوے تو بود
چشم سُوے فلک و رُوے سخن سُوے تو بود
مردن و جان بتمنائے شہادت دادن
ہم ز اندیشۂ آزردنِ بازوے تو بود
لالہ و گل دمد از طرفِ مزارش پسِ مرگ
تا چہا در دلِ غالبؔ ہوسِ رُوے تو بود

○

ہم بسودائے تو خُرشید پرستم آرے — دل ز مجنون بَرد آہو کہ بہ لیلا ماند
شکوۂ دوست ز دشمن نتوانم پوشید — گر غمِ ہجر چنیں حوصلہ فرسا ماند

○

ہمرہِ روزشِ کوثر و حوران کہ دمِ مرگ — ذوقِ مئے ناب و ہوسِ رُوے نکو برد
یک گریہ پس از ضبطِ دو صد گریہ رضا دِہ — تا تلخیِ آن زہر توانم ز گلو برد

○

دشوار بود مردن و دشوار تر از مرگ　　　آنست کہ من میرم و دشوار نداند
پیمانہ برآن رندِ حرامست کہ غالب!　　　در بیخودی اندازۂ گفتار نداند

○

خوشا کہ گنبدِ چرخِ کہن فرو ریزد　　　اگرچہ خود ہمہ بر فرقِ من فرو ریزد
زجوشِ شکوۂ بیدادِ دوست می ترسم　　　مباد مہرِ سکوت از دہن فرو ریزد
مکن بپرسشم از شکوہ منع کین خونیست　　　کہ خود ز زخمِ دمِ دوختن فرو ریزد

○

بوصل لطف باندازۂ تحمل کن　　　کہ مرگِ تشنہ بود آب چون ز سر گزرد

○

شوخیِ چشمِ حبیب فتنۂ ایام شد　　　قسمتِ بختِ رقیب گردشِ صد جام شد
ہست تفاوت بسی ہم ز رطب تا نبیذ　　　لذتِ دیگر دہد بوسہ چو دشنام شد
سادہ دلم در امیدِ خشمِ تو گیرم بہ مہر　　　بوسہ شود در لبم، ہرچہ ز پیغام شد
اے شدہ غالب ستائے دشمنیِ بخت بین　　　خود صفتِ دشمن ست آنچہ مرا نام شد

○

دوریِ درد ز درمان نشناسی، ہشدار!　　　کز تپیدنِ دلِ افگار بمرہم نرسد
مے بزہاد مکن عرض کہ این جوہرِ ناب　　　پیشِ این قوم بشورابۂ زمزم نرسد
ہرچہ بینی بجہان، حلقۂ زنجیرے ہست　　　ہیچ جانیست کہ این دائرہ باہم نرسد

○

متاعِ غالب

آزادگیست سازے، امّا صدا ندارد — از ہرچہ درگزشتیم آوازِ پا ندارد

عشقست و ناتوانی، حسنست و سرگرانی — جور و جفا نتابم، مہر و وفا ندارد

اے سبزۂ سرِ رہ! از جورِ پا چہ نالی! — در کیشِ روزگاران گل خونبہا ندارد

چشمے سیاہ دارد، یعنی بما نہ بیند — روئے چو ماہ دارد، امّا بما ندارد

چون لعلِ تست غنچہ، امّا سخن نداند — چون چشمِ تست نرگس، امّا حیا ندارد

○

ممنونِ کاوشِ مژہ و نیشتر نیم — دل موجِ خون ز دردِ خداداد میزند

○

باید ز مے ہر آئنہ پرہیز گفتہ اند — آرے دروغِ مصلحت آمیز گفتہ اند

خون ریختن بکوے تو کردارِ چشمِ ماست — مردم ترا برائے چہ، خونریز گفتہ اند

○

صبحست خوش بود قدحے بر شراب زد — یاقوتِ بادہ بر قوۂ آفتاب زد

گفتم: گرہ زکارِ دل و دیدہ باز کن — از جبہہ ناکشودہ بہ بندِ نقاب زد

○

ننگِ فرہادم بفرسنگ از وفا دور افگند

عشقِ کافر شغلِ جان دادن بمزدور افگند

شادم از دشمن کہ از رشکِ گدازم در دلش

نیست زخمے کز چکیدن طرحِ ناسور افگند

شرمِ جورِ خاص، خاصِ اوست، لیکن در جواب
چون فرو ماند سخن، در رسمِ جمهور افگند
گر قضا، سازِ تلافی در خورِ عشرت کند
آه ازان خونابه، کاندر جامِ فغفور افگند
گر مسلمانی یکے بین زردہشت ست آنکه او
اختلافے در میانِ ظلمت و نور افگند

○

بره با نقشِ پای خویشم از غیرت سرے باشد
که ترسم دوست جویان را بگویش رهبرے باشد
نمی گیری بخونِ خلق، بے پروا نگاہان را
تواند بود یارب، بعدِ محشر محشرے باشد
بکیدم آنقدر، کز بوسه و دشنام خالی شد
لبِ یارست و حرفے چند، گو یا دیگرے باشد
ستایم حق شناسیهاے محبوبے که در محفل
دلش با چشمِ پُر خون و لبش با ساغرے باشد

○

دل نه تنها، ز فراقِ تو، فغان ساز دهد
رفتنِ عکسِ تو از آینه آواز دهد
خاک خونِ باد که، در معرضِ آثارِ وجود
زلف و رخ در کشد و سنبل و گل باز دهد

دل چو بیند ستم از دوست، نشاط آغازد — شیشہ سازیست کہ تا بشکند آواز دہد

بای پُرکاریِ ساقی کہ بہ اربابِ نظر — مَی باندازہ و پیمانہ بانداز دہد

من سر از پا نشناسم بروِ سعی و سپہر — ہر دم انجامِ مرا، جلوۂ آغاز دہد

○

کوفتن تا ہمہ آلایشِ پندار برد — از صُوَر جلوہ و از آینہ زنگار برد

باز چسپیدہ لب از جوشِ حلاوت باہم — مرگ مشکل کہ ز ما لذّتِ گفتار برد

عشوۂ مرحمتِ چرخ مخر کاین عیّار — یوسف از چاہ برآرد کہ ببازار برد

مژدہ ات سُفت دل و رفت نگاہِ تو فرو — کز ضمیرم گلۂ سرزنشِ خار برد

خاکے از رہگذرِ دوست بفرقم ریزید — تا ز دل حسرتِ آرایشِ دستار برد

○

گر بود مشکل مرنج اے دل! کہ کار — چوں رود از دست، آسان میرود

جز سخن کفرے و ایمانے کجاست — خود سخن در کفر و ایمان میرود

آید و از ذوق نشناسم کہ کیست — تا رود، پنداشتے جان میرود

ہر کہ بیند در رہش، گوید ہمے — قبلۂ آتش پرستان میرود

○

نومیدیِ ما گردشِ ایام ندارد — روزے کہ سیہ شد سحر و شام ندارد

بوسم لبِ دلدار و گزیدن نتوانم — نرم ست دلم، حوصلۂ کام ندارد

مفرست بطوفِ حرمِ دوست، نسیمے — کز نکہتِ گل جامۂ احرام ندارد

هر ذرّهٔ خاکم ز تو رقصان بهوائیست — دیوانگیِ شوق سرانجام ندارد

رو، تن به بلا ده که دگر بیمِ بلا نیست — مرغِ قفسی کشمکشِ دام ندارد

گردید نشانها بهدفِ تیرِ بلا ها — آسایشِ عنقا که بجز نام ندارد

بلبل بچمن بنگر و پروانه بمحفل — شوقست که در وصل هم آرام ندارد

تلخست رگِ ذوقِ کبابے که بسوزد — زان رشک که سوزِ جگرِ خام ندارد

آیا بدلت ولولهٔ کسبِ هوا نیست؟ — یا آنکه سرائے تو لبِ بام ندارد

بوے که ربایند بمستی زلبِ یار — نغزست، ولی لذتِ دشنام ندارد

هر شحنه باندازهٔ هر حوصله ریزند — میخانهٔ توفیق خم و جام ندارد

○

چه خیزد از سخنے کز درونِ جان نبود — بریده باد زبانے که خونچکان نبود

فرو برد نفسِ سردِ من جهنّم را — اگر نشاطِ عطائے تو در میان نبود

بالتفاتِ نگارم چه جائے تهنیت ست — دعا کنید که نوعے ز امتحان نبود

○

بتانِ شهر ستم پیشه، شهریارانند — که در ستم روش آموزِ روزگارانند

برند دل به ادائے که کس گمان نبرد — فغان ز پرده نشینان که پرده دارانند

نه زرع و کشت شناسند نی حدیقه و باغ — ز بهرِ باده هوا خواهِ باد و بارانند

تو شهره بین نه ورق در نورد و دم درکش — مبین که سحر نگاهان سیاهکارانند

ز چشم زخم بدین حیله کی رهی غالب! — دگر مگو که چو من در جهان هزارانند

اندران روز که پرسش رود از ہر چہ گذشت
کاش، با ما سخن از حسرتِ ما نیز کنند!

از درخشانِ خزان دیده نباشیم کاینہا
ناز بر تازگیِ برگ و نوا نیز کنند

نشوی رنجہ ز رندان بصبوحی کاین قوم
نفسِ بادِ سحر، غالیہ سا نیز کنند

گفتہ باشی کہ ز ما خواہشِ دیدار خطاست
این خطا نیست کہ در روزِ جزا نیز کنند

○

خوشست ذوقِ آرایشِ سر و دستار — ز جلوه کفِ خاکی کہ نقشِ پا دارد
بخونِ تپیدنِ گلہا نشانِ یکرنگیست — چمن عزای شہیدانِ کربلا دارد
فغان کہ رحم بد آموزِ یار شد غالب! — روا نداشت کہ بر ما ستم روا دارد

○

چہ ذوقِ رہروی آنرا کہ خارخاری نیست
مرو بکعبہ اگر راه ایمنی دارد
بباده گر بودم میل، شاعرم نہ فقیہ
سخن چہ ننگ ز آلوده دامنی دارد؟

خوشم بزم ز اکرامِ خویش و زین غافل
کہ مے نماندہ و ساقی فروتنی دارد
بیاور ید گر اینجا بود زباندانے
غریبِ شہر سخنہائے گفتنی دارد

○

ز رشک است اینکہ در عشق آرزوے مُردنم باشد
تو جانِ عالمی. حیف ست. گر جان در تنم باشد
شناسم سعیِ بختِ خویش. ورنا مہربانیہا
بلرزم بر گلستان. گر گلے در دامنم باشد
بذوقِ عافیت یاران روند از خویش و چون من ہم
خلد در پاے من خارے کہ در پیراہنم باشد
بزر ہمدوشِ قارون خفتن، از دون ہمتی خیزد
بیا تا در سخن پیچم کہ غالب ہمفنم باشد

○

شب روی غمزۂ صبر و دل و دین ربود — جان کہ از و باز ماند شحنۂ تقدیر برد
جنبشِ ابرو نبود از پےِ قتلم ضرر — غمزہ ز بیطاقتی دست بشمشیر برد

○

گل چہرہ بر فروخت بدانسان کہ بارہا — پروانہ را ہوس بسرِ شاخسار کرد

زشکست و دفعِ دخلِ مقدر عتاب چیست — بگزار در دلم مژه چندان که نم کشد
صیدت ز بیمِ جان نرمد، بلکه میرود — تا دشت را ز شوق در آغوشِ رم کشد
آنی که تابِ جذبهٔ ذوقِ نگاهِ تو — رنگ از گل و می از رز و صید از حرم کشد
صهبا حلال زاهدِ شب زنده دار را — اما بشرطِ آنکه همان صبحدم کشد
از تازگی بدهر مکرر نمی شود — نقشی که کلکِ غالبِ خونین رقم کشد

○

اگر داغت وجودم را در اکسیرِ نظر گیرد
سراپای من از جوشِ بهاران پرده برگیرد
بعرضِ جوهرِ هستی کز نفس بالد ز بیتابی
خیالم الفتِ مرغوله مویان را ز سر گیرد
دل از سودای مژگانی که خون گردید کز مستی
بذوقِ رخنه از هر قطره ره بر نیشتر گیرد
گمم در رخنه زشکست اینکه غمخوارے نمی خواهم
که ترسم یاد او را هر که از حالم خبر گیرد
نوردم نامه و دل بار بار از بدگمانیها
نهد نقشِ تو پیشِ روی و خود را نامه بر گیرد
خوشم گر استواری نیست، همچون موج کارم را
که هردم از شکستِ خود روانی بیشتر گیرد

محبت ہر دلے را کز نزاکت سر گران یابد
سبک در دام ذوقِ نالۂ مرغِ سحر گیرد
خوشا روزیکہ، چون از مستی آویزم بدامانش
گہ از دستم کشد، گاہم بروے چشمِ تر گیرد

○

تنگ ست دلم حوصلۂ راز ندارد
آہ از نےِ تیرِ تو کہ آواز ندارد
دیگر من واندوہِ نگاہے کہ تلف شد
گفتی کہ عدو حوصلۂ آز ندارد
گستاخ زند غیر سخن با تو و شادم
مسکین سخنے از تو در آغاز ندارد
در عربدہ چشمک زند و لب گزد از ناز
تا بوسہ لبم را ز طلب باز ندارد
با خویش بہر شیوہ جدا گانہ دو چارست
پروائے حریفانِ نظر باز ندارد

○

گُہری کش نظر از ہمتِ پاکان نبود
صرفِ پیرایۂ آن گردن و آن گوش مباد
ہر کرا رختِ نمازی نبود از نم مے
جاے در حلقۂ رندانِ قدح نوش مباد
رہروِ بادیۂ شوق سبکسیر انند
بارِ سر نیز درین مرحلہ بر دوش مباد
ہمہ گر میوۂ فردوس بخوانت باشد
غالب! آن انبۂ بنگالہ فراموش مباد

○

بیرون میا ز خانہ بہنگامِ نیمروز
رشک آیدم کہ سایہ بپا بوس میرسد

سجادہ رہنِ مے نپزیرفت میفروش
کاین را نسب بخرقۂ سالوس میرسد
خون موجزن ز مغزِ رگِ جان ندیدۂ
دانی کہ از تراوشِ کیموس میرسد

○

دریغا کہ کام ولب از کار ماند
سخنہاے ناگفتہ بسیار ماند
گدایم نہانخانہ را کہ در وَے
در از بستگیہا بدیوار ماند
جنون پردہ دارست ما را کہ یارا
ز آشفتگی سر بدستار ماند
ادائیست او را کہ از دلربائی
نہفتن ز شوخی بہ اظہار ماند
بجز عقدۂ غم چہ بردل شمارد
زبانی کہ در بندِ گفتار ماند

○

ترا گویند عاشق دشمنی، آرے چنین باشد
ز رشکِ غیر باید مُرد، گر مہرِ تو کین باشد
بری از شحنہ دل تا خون بریزی بیگناہے را
نترسی از خدا آیینِ بیباکی نہ این باشد
چہ رفت از زہرہ با ہاروت، خاکم در دہن بادا!
تو مریم باشی و کارِ تو با روح الامین باشد

○

از رشک کرد، آنچہ بمن روزگار کرد — در خستگی نشاطِ مرا دید، خوار کرد
عمرے بتیرگی بسر آوردہ ام کہ مرگ — شادم بروشنائیِ شمعِ مزار کرد
کوتہ نظر حکیم کہ گفتی ہر آینہ — نتوان فزون زحوصلہ جبر اختیار کرد
نومیدی از تو کفر و تو راضی نہ بکفر — نومیدیم دگر بتو امیدوار کرد

○

ہوائے ساقیی دارم کہ تابِ ذوقِ رفتارش
صراحی را چو طاؤسانِ بسمل پرفشان دارد
بنازم سادگی طفل ست و خونریزی نمیداند
بہ گلچیدن ہمان ذوقِ شمارِ کشتگان دارد
بشرع آویز و حق مہجو کم از مجنون نہ بارے
دلش با محمل ست، اما زبان با ساربان دارد
خدارا وقتِ پرسش نیست گفتم بگزر از غالب
کہ ہم جان برلب و ہم داستانہا بر زبان دارد

○

صاحبدل ست و ناموری عشقم بسامان خوش نکرد
آشوبِ پیدا ننگِ او، اندوہِ پنہان خوش نکرد
آن خود ببازی می برد وین را دو جو می نشمرد
بنمودمش دین، خندہ زد، آوردمش جان، خوش نکرد

با من میاویز، اے پدر، فرزندِ آزر را نگر
ہر کس کہ شد صاحب نظر، دینِ بزرگان خوش نکرد
گویند صنعان توبہ کرد، از کفر، نادان بندۂ
کز خود فروشیہاے دین بخشش زیزدان خوش نکرد

○

قدرِ مشتاقان چہ داند درد با چندش بود　　آنکہ دایم کار با دلہاے خرسندش بود
آنکہ خواہد در صفِ مردان بقاے نامِ خویش　　خونِ دشمن سرخ تر از خونِ فرزندش بود
با خرد گفتم، نشانِ اہلِ معنی باز گوے　　گفت: گفتارے کہ با کردار پیوندش بود

○

چرخ ہر روز زغمِ فردا بخوردن میدہد　　تا قیامت فارغ از فکرِ معاشم کردہ اند
ترسم از رسوائیم، آخر پشیمانی کشید　　رازم و این شاہدانِ مست فاشم کردہ اند
ہم بصحراے جنون مجنون خطابم دادہ اند　　ہم بکوہِ بیستون، خاراتراشم کردہ اند

○

دلم در کعبہ از تنگی گرفت آوارۂ خواہم
کہ با من وسعتِ بتخانہاے ہند و چین گوید
بخشم نا سزا میگوید و از لطفِ گفتارش
گمان دارم کہ حرفِ دلنشینی بعد ازین گوید

چه خواهم داد از غم، در جوابم لب فرو بندد
وگر گویم که جان خواهم بغم داد، آفرین گوید

○

من بوفا مردم و رقیب بدر زد — نیمه لبش انگبین و نیمه تبرزد
زان بتِ نازک چه جای دعویِ خونست — دستِ وے و دامنے که او بکمر زد

○

ز ذوقِ گریه پرستم دل و تو می نگری — نگه مباد ز بارِ سرشک خم گردد
بدین قدر که لبے تر کنی و من بکم — ترا ز بادهٔ نوشین چه مایه کم گردد
سبکسریست بدریوزهٔ طرب رفتن — خوشا دلے که باندوه محتشم گردد

○

بیدل نشد آر دل به بتِ غالیه مو داد — گوئی نگران دل که ز من بُرد با و داد
شائسته همین ما و تو بودیم که تقدیر — مارا سخنِ نغز و ترا رُوے نکو داد
ساقی دگرم بُرد بمیخانه ز مسجد — مے یک دو قدح بود فریبم بسبو داد
برخیز که دلجوئیِ من بر تو حرام ست — اے آنکه ندانی خبرم زان سرِ کو داد
زین ساده دلی داد که چون دید بخوابم — ترسید خود و مژدهٔ مرگم بعدو داد

○

نهم جبین بدرش، آستان بگرداند — نشیمنش بسرِ ره عنان بگرداند
اگر نه مائلِ بوسِ لبِ خودست، چرا — بلب چو تشنه دمادم زبان بگرداند

تو نالی از خلهٔ خار و ننگری که سپهر — سرِ حسینِ علی بر سنان بگرداند
برو بشادی و اندوه دل منه که قضا — چو قرعه بر نمطِ امتحان بگرداند
یزید را به بساطِ خلیفه بنشاند — کلیم را بلباسِ شبان بگرداند

○

چو رہ بقصدِ نشان بر کمان بجنباند — تپد ز رشکِ ولم تا نشان بجنباند
ز غیرتیست نخستت نکش مجال نداد — که لب بزمزمهٔ الامان بجنباند
که رفته از درِ زندان که بیقراریِ من — کلیدِ در بکفِ پاسبان بجنباند
سپهر از رخِ ناشستهٔ تو شرمش باد — که عکسِ ماه در آبِ روان بجنباند
جنونِ ساختهٔ دارم چه خوش بود غالب — که دوست سلسلهٔ امتحان بجنباند

○

تیغت ز فرق تا بگلویم رسیده باد — شوخی ز حد گزشت، زبانم بریده باد
نغزی و خود پسند ببینم چه میکنی — یارب، بدہر ہمچو توئی آفریده باد

○

پروا گر از عربدهٔ دوشش نکردند — امشب چه خطر بود که مے نوش نکردند
در تیغ زدن منتِ بسیار نهادند — بردند سر از دوش و سبکدوش نکردند
داغِ دلِ ما شعله فشان ماند به پیری — این شمع شب آخر شد و خاموش نکردند

گر داغ نهادند و گر درد فزودند
نازم که به هنگامه فراموش نکردند

تاجرِ شوق بدان رہ بتجارت نرود | کہ رہ انجاد و سرمایہ بغارت نرود
چہ نویسم بتو در نامہ کز انبوہیِ غم | نیست ممکن کہ روانی زعبارت نرود
قصر و مہمانکدۂ حاتم و کسریٰ بگذار | نام از رفتنِ آثارِ عمارت نرود
تو بیک قطرۂ خون ترکِ وضوگیری و ما | سیلِ خون از مژہ رانیم و طہارت نرود
رمزشناس کہ ہر نکتہ ادائے دارد | محرم آنست کہ رہ جز باشارت نرود
غالبِ خستہ بکوی تو رہینِ تپشی ست | کہ بشاہی ننشیند بوزارت نرود

ندانم تا چہ خواہد کرد با چشم و دلِ دشمن
رمِ کلکم کہ در جنبش غبار انگیزد از کاغذ
ندانم حسرتِ روی کہ میخواہم رقم کردن
کہ ہر جا بنگرم ذوقِ نگاہم خیزد از کاغذ
من و ناسازیِ خوی کہ در تحریرِ بیدادش
رمد حرف از قلم گر خود قلم نگریزد از کاغذ
چو استیلاے شوقم دید، کرد از نامہ محرومم
نگر بر آتشم بیدرد دامن میزد از کاغذ
زبیتابی رقم سوزش دود چون نامہ بنویسم
بعنوانی کہ دانی دودِ دل میخیزد از کاغذ

۱۳

خُمے از مے بما بفرست وانگہ ہر قدر خواہی
روان کن جُوی از شیر و دل از پرہیزگاران بر

○

نازم آئینِ کرم را کہ بسر گرمیِ خویش
دشت را شمع و چراغِ شبِ تارست بہار

شوخیِ خوی ترا قاعدہ دانست خزان
خوبیِ روے ترا آینہ دارست بہار

ہم حریفانِ ترا طرفِ بساطست چمن
ہم شہیدانِ ترا شمعِ مزارست بہار

جعدِ مشکینِ ترا غالیہ سایست نسیم
رخِ رنگینِ ترا غازہ نگارست بہار

خارہا در رہِ سودازدگان خواہد ریخت
ورنہ در کوہ و بیابان بچہ کارست بہار

○

بیا و جوشِ تمنائے دیدنم بنگر
چو اشک از سرِ مژگان چکیدنم بنگر

ز من بجرمِ تپیدن کنارہ می کردی
بیا بخاکِ من و آرمیدنم بنگر

گزشتہ کارِ من از رشکِ غیر شرمت باد
بزمِ وصلِ تو، خود را ندیدنم بنگر

شنیدہ ام کہ نہ بینی و ناامید نیم
ندیدنِ تو شنیدم، شنیدنم بنگر

دمید دانہ و بالید و آشیانگہ شد
در انتظارِ ہُما، دام چیدنم بنگر

نیازمندیِ حسرت کشان نمیدانی
نگاہِ من شو و دزدیدہ دیدنم بنگر

اگر ہوائے تماشائے گلستان داری
بیا و عالمِ در خون تپیدنم بنگر

بہ نخچ تاز تو برمن بر آن محل چہ گزشت
نخوانده آمدنِ من در انجمن یاد آر

○

جان میدہم از رشک بشمشیر چہ حاجت!
سر پنجہ بدامن زن و دامن بکمر بر

○

اے دل، از گلبنِ امید نشانی بمن آر
نیست گرتازہ گلے، برگِ خزانے بمن آر

گیرم اے بخت ہدف نیستم آخر گاہے
غلط انداز خدنگے زکمانے بمن آر

اے نیاوردہ بکف نامۂ شوقے زکفے
بزبان مژدۂ وصلے ززبانے بمن آر

اے در اندوہِ تو جان دادہ جہانے از رشک
مُکُش از رشکم و اندوہِ جہانے بمن آر

یارب این مایہ وجود از عدم آوردۂ تست
بوسۂ چند ہم از گنجِ دہانے بمن آر

سخنِ سادہ دلم را نفریبد غالب
نکتۂ چند ز پیچیدہ بیانے بمن آر

○

بر دل نفسِ غم سر آور
چون نالہ مرا ز من بر آور

یا پایۂ آرزو بیفزاے
یا خواہشِ ما ز در در آور

عمرے ز ہلاک تلخ تر رفت
مرگے ز حیات خوشتر آور

○

گر خود نجہد از سر از دیدہ فرو بارم
دل خون کن و آن خون را در سینہ بجوش آور

ہان ہمدمِ فرزانہ، دانی رہِ ویرانہ
شمعے کہ نخواہد شد از باد خموش آور

ریحان دمد از مینا، رامش چکد از قلقل
آن در رہِ چشم افگن، این از پیِ گوش آور

گاہے بسبکدستی، از بادہ ز خویشم بر
گاہے بہ سیہ مستی، از نغمہ بہوش آور

○

در گریہ از بس نازکی رخ ماندہ بر خاکش نگر
وان سینہ سودن از تپش بر خاکِ نمناکش نگر

برقی کہ جانہا سوختی، دل از جفا سردش ببین
شوخی کہ خونہا ریختی، دست از حنا پاکش نگر

آن کو بخلوت، باخدا، ہرگز نکردے التجا
نالان بہ پیشِ ہر کسے از جورِ افلاکش نگر

تا نامِ غم بردی زبان میگفت دریا در میان
دریاے خون اکنون روان از چشمِ سفاکش نگر

آن سینہ کز چشمِ جہان مانندِ جان بودی نہان
اینک بہ پیراہن عیان از روزنِ چاکش نگر
بر آستانِ دیگرے در شکر دربانش ببین
در کوے از خود کمتری در رشک خاشاکش نگر

ز

یارب، ز جنون طرحِ غمے در نظرم ریز
صد بادیہ در قالبِ دیوار و درم ریز
سرمستِ مے لذتِ درد دم، بخرام آر
وین شیشۂ دل شکن و در رگذرم ریز
گیرم کہ بیفشاندنِ الماس نیرزم
مشتے نمکِ سودہ بہ زخم جگرم ریز
مسکین خبر از لذتِ آزار ندارد
خارم کن و در رہگذرِ چارہ گرم ریز

○

منگر بسوے نعشِ من و لب بجز از ناز
جان دادنِ بیہودہ باغیار میاموز
از ذوق میانِ تو شدن سر بسر آغوش
بیمہر فنِ ماست بزنار میاموز

○

خون قطرہ قطرہ می چکد از چشمِ تر ہنوز
نگسستہ ایم بخیۂ زخمِ جگر ہنوز
بختم ز بزمِ عیش بغربت فگندہ و من
مستم چنانکہ پا نشناسم ز سر ہنوز

شد روز رستخیز و بیادِ شبِ وصال		محوم همان بلذّتِ بیمِ سحر هنوز
بلبل بمرد ز غیرتِ پروانه سوختن		رنگین بشعله نیست ترا بال و پر هنوز

○

بیقینِ عشق کن و از سرِ گمان برخیز		بآشتی بنشین یا بامتحان برخیز
گل از تراوشِ شبنم بتُست چشمک زن		ز رختِ خواب بلبهای مے چکان برخیز
ببزمِ غیر چه جوئی لبِ کرشمه ستای		بدور باش تقاضای الامان برخیز
چرا بسنگ و گیا پیچی، اے زبانهٔ طور!		ز راهِ دیده بدل در رو و ز جان برخیز
رقیب یافته تقریبِ رخ بیا سودن		ترا که گفت که از بزم سرگران برخیز
عیادت ست نه پرخاش، تندخوئی چیست		بیا و غمزده بنشین و لب گزان برخیز
سبوچهٔ دهمت بر سحر ز مَے غالب!		خدائے را، ز سرِ کوچهٔ مغان برخیز

○

باهمه گم گشتگی خالی بود جایم هنوز
گاه گاهے در خیالِ خویش می آیم هنوز
خشک شد چندانکه مے، جزوِ بدن شد شیشه را
همچنان گوئی در انگور ست صهبایم هنوز
چشم از جوشِ نگه خون گشت و از مژگان چکید
همچنان در حلقهٔ دامِ تماشایم هنوز

صد قیامت در نوردِ ہر نفس خون گشتہ است
من زخامی در فشارِ بیم فردایم ہنوز

تا کجا یارب فرو شُست اشکِ من ظلمت زخاک
لالہ بیداغ از زمین روید بصحرایم ہنوز

باتغافل برنیامد طاقتم لیک از ہوس
در تمنائے نگاہِ بے محابایم ہنوز

همرہان در منزل آرامیدہ و غالب زضعف
پا برون نارفتہ از نقشِ کفِ پایم ہنوز

س

بوسہ از لبانم دہ، عمرِ خضر از من خواہ
جامِ مے بپیشم نہ، عشرتِ جم از من پرس

○

باخویشتن از رشک مدارا نتوان کرد
در راہِ محبت خضرے را چہ کند کس

گر سرخوشی از بادہ مرادست، بیا شام
واعظ، تو و یزدان، خبری را چہ کند کس؟

○

لطفے بہ تحتِ ہر نگہِ خشمگین شناس
آرایشِ جبینِ شگرفان زچین شناس

باز آ کہ کارِ خود بنگاہت سپردہ ایم
مارا مجل زتفرقۂ مہر و کین شناس

آرایشِ زمانہ ز بیداد کردہ اند ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ہر خون کہ ریخت، غازۂ روئے زمین شناس

بے غم نہادِ مردِ گرامی نمی شود ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ زنہار قدرِ خاطرِ اندوہگین شناس

○

تیغ از نیام بیہدہ بیرون نکردہ کس ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ما را بہیچ کشتہ و ممنون نکردہ کس

داغم ز عاشقان کہ ستمہای دوست را ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ نسبت بہ مہربانیِ گردون نکردہ کس

یا پیش ازین بلائے جگر تشنگی نبود ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ یا چون من التفات بجیحون نکردہ کس

یارب بزاہدان چہ دہی خلد رایگان ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ جورِ بتان ندیدہ و دل خون نکردہ کس

جان دادن و بکام رسیدن زہا ولے ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ آہ از بہای بوسہ کہ افزون نکردہ کس

گیرد مرا بپرسشِ بیرنگیِ سرشک ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ گویی حسابِ اشکِ جگرگون نکردہ کس

○

ہر کرا بینی ز مے بیخود، ستایش مینویس

بہرِ دفعِ فتنہ، حرزے از برایش مینویس

رحمے از معشوق ہر جا در کتابے بنگری

برکنارِ آن ورق، جانہا فدایش مینویس

ش

دوش آہنگِ عشا بود کہ آمد در گوش

نالہ از تارِ ردائے کہ مرا بود بدوش

کاے خسِ شعلۂ آوازِ مؤذن، زنہار
از پے گرمیِ ہنگامہ منہ دل بخروش

تکیہ بر عالم و عابد نتوان کرد کہ ہست
آن یکے بیہدہ گو، این دگرے بیہدہ کوش

نیست جُز حرف دران فرقۂ اندر ز سرائے
نیست جُز رنگ درین طائفۂ ازرق پوش

جادہ بگزار و پریشان رو و در راہروی
بفریبِ مے و معشوق مشو رہزنِ ہوش

بوسہ گر خود بود آسان، مبراز شاہدِ مست
بادہ گر خود بود ارزان، مخراز بادہ فروش

این نشیدست کہ طاعت مکن و زہد مورز
این نہیب ست کہ رُسوا مشو و بادہ منوش

منکہ بودی کفم از مُزدِ عبادت خالی
چو دلم گشت تونگر بہ رہ آوردِ سروش

گفتم از رنگ بہ بیرنگی، اگر آرم رُوے
رہِ دگر چون سپرم، گفت، زخود دیدہ بپوش

جستم از جاے، ولے ہوش و خرد پیشا پیش
رفتم از خویش، ولے علم و عمل دوشا دوش

تا بزمے کہ بیک وقت در آنجا دیدم
بادہ پیمودنِ امروز و بخون خفتنِ دوش

خانقاہ از روشِ زہد و ورع قلزمِ نور
بزمگاہ از اثرِ بوسہ و مَے چشمۂ نوش

شاہدِ بزم در آن بزم کہ خلوتگہِ اُوست
فتنہ بر خویش و بر آفاق کشودہ آغوش

ہمچو خورشید کز و ذرّہ درخشان گردد
خوردہ ساقی مے و گردیدہ جہانے مدہوش

رنگہا جستہ ز بیرنگی و دیدن نہ بچشم
رازہا گفتہ خموشی و شنیدن نہ بگوش

ہمہ محسوس بود ایزد و عالم معقول
غالب این زمزمہ آواز نخواہد خاموش

○

نیست معبودش حریفِ تابِ ناز آوردنش
پیشِ آتش دیدہ ام روزِ نیاز آوردنش

تا خود از بہرِ نثار کیست، می میرم ز رشک
خضر و چندین کوشش و عمرِ دراز آوردنش

رحمتِ حق باد بر ہمدم کہ داند مست مست
بر سرِ نعشم بتقریبِ نماز آوردنش

شوق گستاخ ست و من در لرزہ، کاخر سہل نیست
صبحدم در دل بچشمِ نیمباز آوردنش

امتحانِ طاقتِ خویشست از بیداد نیست
خلق را در نالہائے جانگداز آوردنش

بیز بانیہائے غالب را چہ آسان دیدۂ
اے تو ناسنجیدہ تابِ ضبطِ راز آوردنش

○

مپرس حالِ اسیری کہ در خمِ ہوسش | بقدرِ کسبِ ہوا نیست روزنِ قفسش
جگر ز گرمیِ این جرعہ تشنہ تر گردید | فغان ز طرزِ فریبِ نگاہِ نیم رسش
خوشم کہ دوست خود آنمایہ بیوفا باشد | کہ در گمان نسگالم امیدگاہِ کسش

○

خوشا حالم، تنِ آتش بسترِ آتش | سپندی کو کہ افشانم بر آتش
خنک شوقیکہ در دوزخ بغلتد | مے آتش، شیشہ آتش، ساغر آتش
ز رشکِ سینہ گرمے کہ دارم | کشد از شعلہ بر خود خنجر آتش
بخلد از سردیِ ہنگامہ خواہم | برافروزم بگردِ کوثر آتش
دلے دارم کہ در ہنگامۂ شوق | شرستش دوزخ است و گوہر آتش

بسانِ موج می بالم بطوفان | برنگِ شعلہ می رقصم در آتش
دلم را داغِ سوزِ رشک مپسند | مزن یارب بجانِ کافر آتش

○

دُود سودائی تُتُق بست آسمان نامیدمش
دیدہ بر خوابِ پریشان زد، جہان نامیدمش
وہم خاکے ریخت در چشمم، بیابان دیدمش
قطرۂ بگداخت، بحرِ بیکران نامیدمش
باد دامن زد بر آتش، نوبہاران خواندمش
داغ گشت آن شعلہ از مستی، خزان نامیدمش
قطرۂ خونی گرہ گردید، دل دانستمش
موجِ زہر آبے بطوفان زد، زبان نامیدمش
غربتم ناسازگار آمد، وطن فہمیدمش
کرد تنگی حلقۂ دام، آشیان نامیدمش
بود در پہلو بہ تمکینے کہ دل می گفتمش
رفت از شوخی بہ آیینے کہ جان نامیدمش
ہر چہ از جان کاست در مستی، بسود افزودمش
ہر چہ با من ماند از ہستی، زیان نامیدمش

اُو بفکرِ کشتنِ من بود، آہ از من کہ من
لااُبالی خواندمش، نامہربان نامیدمش

در سلوک از ہر چہ پیش آمد، گزشتن داشتم
کعبہ دیدم، نقشِ پائے رہروان نامیدمش

بر امیدِ شیوۂ صبر آزمائے، زیستم
تو بریدی از من و من امتحان نامیدمش

بود غالب عندلیبے از گلستانِ عجم
من ز غفلت طوطیِ ہندوستان نامیدمش

○

ز لکنت می تپد نبضِ رگِ لعلِ گہر بارش
شہیدِ انتظارِ جلوۂ خویش ست گفتارش

بتی دارم کہ گوئی گر بروے سبزہ بخرامد
زمین چون طوطیِ بسمل تپد، از ذوقِ رفتارش

بنائے خانہ ام ذوقِ خرابی داشت پنداری
کز آمد آمدِ سیلاب در رقص ست دیوارش

نہ از مہرست کز غالب بمردن نیستی راضی
سرت گردم، تو میدانی کہ مردن نیست دشوارش

بیا بباغ و نقاب از رخِ چمن برکش — دلِ عدو نہ اگر خون شود، در آذر کش
بیا و منظرِ بامِ فلک نشیمن ساز — بیا و شاہدِ کامِ دو کون در بر کش
ہزار آینۂ ناز در مقابل نہ — ہزار نقش دل افروز در برابر کش

○

من و نظارۂ روے کہ وقتِ جلوہ از تابش
ہمین بر خویشتن لرزد، پسِ آینہ سیمابش
ز تارِ شمع تیز آہنگ، ذوقِ ناز میبالد
بشرطِ آنکہ سازی از پرِ پروانہ مضرابش
ازین رخت شراب آلودہ ات ننگ آیدم غالب!
خدارا، یا بشو یا بفگن اندر راہِ سیلابش

ص

ہم بر نوائے چند طریقِ سماع گیر — ہم در ہوائے جنبشِ بالِ ہما برقص
فرسودہ رسم ہائے عزیزان فرو گزار — در شورِ نوحہ خوان و بہ بزمِ عزا برقص
از سوختن الم ز شگفتن طرب مجوے — بیہودہ در کنارِ سموم و صبا برقص

ض

داغم از ان حریف کہ چون خانمان بسوخت — چشمے بسوے در نگران میدہد عوض

سرمایہ خرد بجنون دِہ کہ این کریم ‏ ‏ یک سُود را ہزار زیان میدہد عوض
نازم بدستِ سُبحہ شمارے کہ عاقبت ‏ ‏ شوقش کفِ پیالہ ستان میدہد عوض

ط

لب برلبت نہادن وجان دادن آرزوست
در عرضِ شوق حسنِ ادا بودہ است شرط
میرم زرشک، گر ہمہ بویت بمن رسد
کامیزشِ شمال وصبا بودہ است شرط
گرم ست دم بنالہ سرشکے فرو ببار
پاکی پے بساطِ دعا بودہ است شرط
ہمدم، نمک بزخمِ دلم مشت مشت ریز
آخر نہ پرسشے بسزا بودہ است شرط
غالب، بعالمے کہ توئی، خونِ دل بنوش
از بہرِ بادہ برگ و نوا بودہ است شرط

○

تکیہ بر عہدِ زبانِ تو غلط بود، غلط ‏ ‏ کاین خود از طرزِ بیانِ تو غلط بود، غلط
دل نہادن بہ پیامِ تو خطا بود، خطا ‏ ‏ کام جستن ز لبانِ تو غلط بود، غلط
شوق بیتافت سرِ رشتہ وہمی، ورنہ ‏ ‏ ہستیِ ما و میانِ تو، غلط بود، غلط

ظ

مرا کہ بادہ ندارم، زروزگار چہ حظ
ترا کہ ہست و نیا شامی، ازبہار چہ حظ
خوشست کوثر و پاکست بادہؑ کہ درو ست
ازان رحیقِ مقدّس، درین خمار چہ حظ
چمن پُر از گل و نسرین و دلربائی نے
بدستِ فتنہ ازین گردِ بے سوار چہ حظ
بذوق بیخبر از در درآمدن محروم
بوعدہ ام چہ نیاز و زانتظار چہ حظ
چنین کہ نخل بلندست و سنگ ناپیدا
زمیوہ تا نفتد خود زشاخسار چہ حظ

○

درہم فگندہ ایم دل و دیدہ را زرشک
چون جنگ با خودست، زفتح و ظفر چہ حظ
دلہائے مردہ را بنشاطِ نفس چہ کار
گلہائے چیدہ را، زنسیمِ سحر چہ حظ

تا فتنہ در نظر ننہی، از نظر چہ سود
تا دشنہ بر جگر نخوری، از جگر چہ حظ

ع

تا تفِ شوقِ تو انداختہ جان در تنِ شمع
شرر از رشتۂ خویشست بہ پیراہنِ شمع
بر نتابد ز بتان جلوہ گرفتارِ کسے
صبح را کردہ ہواداریِ گل دشمنِ شمع
می گدازم نفسے بے شرر و شعلہ و دُود
داغِ آن سوزِ نہانم کہ نباشد فنِ شمع
وقتِ آرایشِ ایوانِ بہارست کہ باز
کوہ از جوشِ گل و لالہ بود معدنِ شمع

○

شادم کہ بر انکارِ من شیخ و برہمن گشتہ جمع
کز اختلافِ کفر و دین خود خاطرِ من گشتہ جمع

غ

فریبِ وعدۂ بوس و کنار یعنی چہ　　دہن دروغ دروغ و کمر دروغ دروغ

طراوتِ شکنِ جیب و آستینت کو | زنامہ دم مزن، ای نامہ بر دروغ دروغ
من و بذوقِ قدم ترکِ سر درست درست | تو و زمہر بخاکم گزر، دروغ دروغ
اگر بمہر نخواندی، بناز خواہی کشت | نہ ہر چہ وعدہ کنی سر بسر دروغ دروغ

○

ہنگامِ بوسہ بر لبِ جانان خورم دریغ
در تشنگی بچشمۂ حیوان خورم دریغ
آن سادہ روستائیِ شہرِ محبتیم
کز پیچ و خم بزلفِ پریشان خورم دریغ
در رشکم از صلا و ملولم ز دُور باش
بر خوانِ وصل و نعمتِ الوان خورم دریغ
خواہم ز بہرِ لذتِ آزارِ زندگی
بر دل بلا فشانم و بر جان خورم دریغ
زین دُود و زین شرارہ کہ در سینۂ من ست
سازم سپہر گر نہ بسامان خورم دریغ

ف

گل و شمع بمزارِ شہدا گشت تلف
تشدی راضی و عمرم بدعا گشت تلف

سعی در مرگِ رقیبانِ گرانجان کردی
میشناسم که چه از ناز و ادا گشت تلف

آمدی دیر بپرسش، چه بشارت آرم
من و عمرے که باندوہِ وفا گشت تلف

رنگ و بو بود ترا، برگ و نوا بود مرا
رنگ و بو گشت کہن، برگ و نوا گشت تلف

○

اے کردہ غرقم بیخبر شو زین نشانہا یکطرف
رختم بساحل یکطرف، شستم بدریا یکطرف

تا دل بدنیا دادہ ام، در کشمکش افتادہ ام
اندوہِ فرصت یکطرف، ذوقِ تماشا یکطرف

ہم مہر دارد ہم حیا، بر نعشم آرد یش چرا؟
خویشان بشیون یکطرف، خصمان بغوغا یکطرف

غالب چہ تسکینم دہی، در ہجر آن سروِ سہی
رشکِ رقیبم می کشد، فرطِ تمنا یکطرف

ق

بہانہ جوست کرم زان کہ در گزارشِ کار
نبودہ حسنِ عمل بے علاقۂ توفیق

مرا کہ ذرہ لقب دادۂ ہمیر قسم — کہ نسبتے بزبانِ تو کردہ ام تحقیق
حدیثِ تشنگیِ لب بہ پیرِ رہ گفتم — ز پارہ جگرم در دہن نہاد عقیق
ترا بہ پہلوے میخانہ جادہم غالب — بشرطِ آنکہ قناعت کنی ببوی رحیق

○

ببزمِ بادہ گریبان کشود نش نگرید — خوشا بہانۂ مستی، خوشا رعایتِ شوق
غلط کند رہ و آید بکلبہ ام ناگاہ — صنم فریب بود شیوۂ ہدایتِ شوق

ک

مرد آنکہ در ہجومِ تمنا شود ہلاک — از رشک تشنۂ کہ بدریا شود ہلاک
نازم بکشتۂ کہ چو یابد دوبار عمر — در عذرِ التفاتِ مسیحا شود ہلاک
منماے رخ بما کہ بدعویٰ نشستہ ام — در خلوتے کہ ذوقِ تماشا شود ہلاک
نادر را بلخلخہ آسایشِ مشام — مرد از تفِ سمومِ بصحرا شود ہلاک
غم لذتیست خاص کہ طالب بذوقِ آن — پنہان نشاط ورزد و پیدا شود ہلاک

○

ہان، بگو تا خمِ زلفت بفشارد دل را
خون صید ار چکد از حلقۂ فتراک، چہ باک

○

ازین پرسش کہ بسیارست از تو — شد اندوہِ دلِ زارِ من اندک

زخاصانت گرامی گوہری ہست — کہ میداند ز اسرارِ من اندک

گ

اے ترا و مرا درین نیرنگ — دہن و چشم و دست و دل ہمہ تنگ
شکوہ و شکر ہرزہ و باطل — غالب و دوست آبگینہ و سنگ

ل

نہ مرا دولتِ دنیا، نہ مرا اجرِ جمیل — نہ چو نمرود توانا، نہ شکیبا چو خلیل
بارقیبان کفِ ساقی، بمےِ ناب کریم — با غریبان لبِ جیحون، بدمے آب بخیل
ترس موقوف چہ شد رشک نبینی کہ دگر — دارم آہنگِ نیایشگریِ ربِ جلیل
اے بسمارِ قضا دوختہ چشمِ ابلیس — بدمم گرم روان سوختہ بالِ جبریل
باتوام خرمیِ خاطرِ موسیٰ بر طُور — باخودم خستگیِ لشکرِ فرعون بہ نیل
برکمالِ تو، در اندازہ، کمالِ تو محیط — بر وجودِ تو، در اندیشہ، وجودِ تو دلیل
نکنی چارہ لبِ خشکِ مسلمانی را — اے تبرسا بچگان کردہ مےِ ناب سبیل

○

زان شعر کہ در شکوۂ خوے تو سرایم
لفظم بزبان ماند و مضمون رود از دل

○

گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل
تنگم کشید از سادگی در وصل، جانان در بغل

آه از تنک پیراهنی کافزون شدش تردامنی
تا خوی برون داد از حیا، گردید عریان در بغل

دانش نکے در باختہ، خود را ز من نشناختہ
رخ در کنارم ساختہ، از شرم پنہان در بغل

ناخواندہ آمد صبحگہ، بندِ قبایش بیگرہ
واندر طلب منشورِ شہ نکشودہ عنوان در بغل

مے خوردہ در بستانسرا بستانہ گشتی سُوبسُو
خود سایۂ او را از و، صد باغ و بستان در بغل

چون غنچہ دیدی در چمن گفتی بگلبن کیت زمن
چون رفتہ ناوک از جگر، چون ماندہ پیکان در بغل

ہان غالبِ خلوت نشین، بیمے چنان عیشے چنین
جاسوسِ سلطان در کمین مطلوبِ سلطان در بغل

○

اندازہ سنج رشکم و ترسم ز انتقام
پوشم ز شمع چشم و نہ بینم بسوے گل

بر گوشۂ بساط غریب است و آشناست
گلبن دیارِ گل بود و شاخ کوے گل

اندیشہ را بہ نیم ادا میتوان فریفت
خون کن دلے کہ از تو کند آرزوے گل

تا گل برنگ و بوے کہ ماند کہ در چمن　　　گل در پسِ گل آمدہ در جستجوے گل
زانگہ کہ عندلیب لقب دادہ ٔ مرا　　　افزودہ ٔ امیدِ من و آبروے گل

○

تن بر کرانہ ضائع، دل در میانہ غافل　　　چون غرقہ ٔ کہ ماند نقش بسوے ساحل
داغم بشعلہ زائی اندازِ برقِ خاطف　　　سیعیم بنارسائی پروازِ مرغِ بسمل
ہم در خمارِ ردشین حالم تبہ بصحرا　　　ہم در بہاے صہبا رختم گرو بمنزل
شمعم ز رُو سیاہی داغِ جبینِ خلوت　　　چنگم ز بینوائی ننگِ بساطِ محفل
بامن نمودہ مجنون بیعت بفنِ سودا　　　بر تو فشاندہ لیلیٰ زیور ز طرفِ محمل
غالب بغصہ شادم، مرگم بخویش آسان　　　در چارہ نامرادم، کارم ز دوست مشکل

م

تا بادہ تلخ تر شود و سینہ ریش تر　　　بگدازم آبگینہ و در ساغر افگنم
راہی بکنجِ دیر، بمینو کشودہ ام　　　از خم کشم پیالہ و در کوثر افگنم
منصورِ فرقہ ٔ علی اللّٰہیان منم　　　آوازہ ٔ انا اسد اللّٰہ بر افگنم
ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست　　　خود را بخاکِ رہگذرِ حیدر افگنم

○

بسکہ بہ پیچیدِ بخویش جادہ زگمراہیم　　　رہ بدرازی دہد عشوہ ٔ کوتاہیم
گوشہ ٔ ویرانہ را آفتِ ہر روزہ ام　　　منزلِ جانانہ را فتنہ ٔ ناگاہیم

جذبِ تو باید قوی، کان بہ ردبا کَ نیست — گر نتواند رسید بخت بہمراہیم
غالبِ نام آورم، نام و نشانم مپرس — ہم اسد اللّٰہم و ہم اسد اللّٰہیم

○

برلبِ یا علی سرائے، بادہ روانہ کردہ ایم
مشربِ حق گزیدہ ایم عیشِ مغانہ کردہ ایم
دررہت از پکہ روان پیشتریم یکقدم
حکمِ دوگانہ دادۂ، سازِ سہ گانہ کردہ ایم
بادہ بوام خوردہ وزر بقمار باختہ
وہ کہ زہرچہ ناسزاست ہم بسزانہ کردہ ایم
نالہ بلب شکستہ ایم، داغ بدل نہفتہ ایم
دولتیانِ مسکیم، زربخزانہ کردہ ایم
تا بچہ مایہ سرکنیم، نالہ بعذرِ بیغمی
از نفس آنچہ داشتیم صرفِ ترانہ کردہ ایم
غالب از آنکہ خیر و شر، جز بقضا نبودہ است
کارِ جہان زپُردلی بےخبرانہ کردہ ایم

○

از بہارِ رفتہ درسِ رنگ و بُو دارم ہنوز — در غمت خاطر فریبِ جانِ ناشادِ خودم
گر فراموشی بفریادم رسد وقتست وقت — رفتہ ام از خویشتن چندانکہ در یادِ خودم

گرمِ استغناست با من گرچہ مہرش در دل است | تا نباشد دعویِ تاثیرِ فریادِ خودم
میدہم دل را ز بیدادت فریبِ التفات | سادگی بنگر کہ در دامِ تو صیادِ خودم

○

یاد باد آن روزگاران کاعتبارے داشتم | آہِ آتشناک و چشمِ اشکبارے داشتم
آفتابِ روزِ رستاخیز یادم میدہد | کاندران عالم نظر بر تابسارے داشتم
ترکتازِ صرصرِ شوقِ توام از جا ربود | ورنہ با خود پاسِ ناموسِ غبارے داشتم
دیگر از خویشتم خبر نبود ز تکلف بر طرف | اینقدر دانم کہ غالب نام یارے داشتم

○

دیدم آن ہنگامہ بیجا خوفِ محشر داشتم
خود ہمان شور ست کاندر زیست در سر داشتم
طولِ روزِ حشر و تابِ مہر ذوقی بودہ بس
جلوۂ برقے در ابرِ دامنِ تر داشتم
دوش بر من عرض کردند آنچہ در کونین بود
زان ہمہ کالاے رنگا رنگ دل بر داشتم
یادِ ایامیکہ در کویش ز بیمِ پاسبان
بستر از خاکِ رہ و بالش ز بستر داشتم
کور بودم کز حرم راندند رفتم سوے دیر
از جمالِ بت سخن میرفت، باور داشتم

سوزم از حرمانِ مے باآنکہ آبم در سبوست
تاچہ میکردم اگر بختِ سکندر داشتم
ہیچ میدانی کہ غالب چون بسر بردم بدہر
من کہ طبعِ بلبل و شغلِ سمندر داشتم

○

آن چراد طرب واین زچہ رہ در تعب ست
خندہ بر غفلتِ درویش و توانگر دارم
کیست تا خار وخس از رہگذرش بر چیند
دگر امشب سرِ آرایشِ بستر دارم
سوخت دل بہتو زوصلم چہ کشاید اکنون
حسرتت بیشتر و ذوقِ تو کمتر دارم
مرحبا سوہن و جان بخشیِ آبش غالب!
خندہ بر گمرہیِ خضر و سکندر دارم

○

شبہاے غم کہ چہرہ بخوناب شستہ ایم | از دیدہ وسوسۂ خواب شستہ ایم
افسونِ گریہ بُرد زخوبیت عتاب را | از شعلۂ تو دودِ تہفت آب شستہ ایم
زاہد خوشست صحبت از آلودگی مترس | کاین خرقہ بار ہا بمےِ ناب شستہ ایم
اے در عتاب رفتہ زبیرنگیِ سرشک | غافل کہ امشب از مژہ خوناب شستہ ایم

پیمانہ راز بادہ بخون پاک کردہ ایم — کاشانہ راز رخت بسیلاب شستہ ایم
بیدست و پا بہ بحرِ توکل فتادہ ایم — از خویش گر ز رحمتِ اسباب شستہ ایم
در مسلخِ وفا ز حیا آب گشتہ ایم — خون از جبین و دستِ قصّاب شستہ ایم

○

بخت در خواب ست میخواہم کہ بیدارش کنم
پارۂ غوغاے محشر گو کہ در کارش کنم
بر لبِ جو بش خرامان کردہ شوقم دور نیست
کز ہنر چون خود اسیرِ دامِ رفتارش کنم
راحتِ خود جستم و رنجِ فراوان یافتم
مژدہ دشمن را اگر جہدے در آزارش کنم
اختلاطِ شبنم و خورشید تابان دیدہ ام
جرأتے باید کہ عرضِ شوقِ دیدارش کنم
تا بیاگاہانمت، از ناتوانیہاے خویش
طاقتِ یک خلق باید صرفِ اظہارش کنم

○

دل با حریف ساختہ و ماز سادگی — بر مدعای خویش گواہش گرفتہ ایم
در عرضِ شوقِ صرفہ نبردیم در وصال — در شکوہ ہای خواہ مخواہش گرفتہ ایم

دلتنگیِ پیرِ کنعان زرشکِ دوست | دانیم ما کہ در بُنِ چاہش گرفتہ ایم

○

تا فصلے از حقیقتِ اشیا نوشتہ ایم | آفاق را مرادفِ عنقا نوشتہ ایم
عنوانِ رازِ نامۂ اندوہ سادہ بود | سطرِ شکستِ رنگ بسیما نوشتہ ایم
در ہیچ نسخہ معنیِ لفظِ امید نیست | فرہنگ نامہ ہائے تمنّا نوشتہ ایم
دارد رخت بخونِ تماشا خطی ز حسن | روشن سوادِ این ورقِ نانوشتہ ایم
رنگِ شکستہ عرضِ سپاسِ بلائے تست | پنہان سپردۂ غم و پیدا نوشتہ ایم
آغشتہ ایم ہر سرِ خاری بخونِ دل | قانونِ باغبانیِ صحرا نوشتہ ایم
کوییت ز نقشِ جبہۂ ما یکقلم پُرست | لختے سپاسِ ہمدمیِ پا نوشتہ ایم

○

صبحست خیز، تا نفسے درہم افگنم
از نالہ لرزہ در فلکِ اعظم افگنم
خوشنودم از تو و زپے دورباشِ خلق
آوازۂ جفائے تو در عالم افگنم

○

بے پردگیِ محشرِ رسوائیِ خویشم | در پردۂ یک خلق تماشائیِ خویشم
نے جلوۂ نازی، نہ تفِ برقِ عتابے | او فارغ و من داغِ شکیبائیِ خویشم
غالب، از جفائے نفسِ گرم چہ نالی! | پندار کہ شمعِ شبِ تنہائیِ خویشم

گم گشتۂ بکوے تو نہ دل، بلکہ خبر ہم
در لرزہ زخوے تو نہ دم، بلکہ اثر ہم

یارب! چہ بلاے کہ دمِ عرضِ تمنّا
اجزاے نفس میخزد از بیمِ تو در ہم

در آینہ با خویش طرف گشتۂ امروز
ہان، تیغ نگہدار و بیند از سپر ہم

دیدیم کہ مے مستیِ اسرار ندارد
رفتیم و بہ پیمانہ فشردیم جگر ہم

اے نالہ، نہ تنہا شبِ غم گردِ رہِ تست
شبگیر ترا مشعلہ دار ست، سحر ہم

تنہا نہ من از شوقِ تو در خاک تپانم
نشتر برگِ سنگِ مزار ست شرر ہم

○

رنگہا چون شد فراہم مصرفے دیگر نداشت
خُلد را نقش و نگارِ طاقِ نسیان کردہ ایم

راز ہا از پردۂ چاکِ گریبان باز جوی
نامۂ شوقِ تو باز از طرفِ عنوان کردہ ایم

حق شناسِ صحبتِ بیتابیِ پروانہ ایم
گرچہ مشقِ نالہ با مرغِ سحر خوان کردہ ایم

میدہد چشمش بیک پیمانہ ہر میخوار را
عشوۂ ساقی بکارِ کفر و ایمان کردہ ایم

○

ہم بعالم ز اہلِ عالم بر کنار افتادہ ام
چون امامِ سُبحہ بیرون از شمار افتادہ ام

ریزم از وصفِ رخت، گل را شرر در پیرہن
آتشِ رشکم بجانِ نوبہار افتادہ ام

کاروبارِ موج با بحرست خودداری مجوی
در شکستِ خویشتن بے اختیار افتادہ ام

ہم ز من طرزِ آشنای عشقبازان گشتۂ
ہم ز تو عاشق کشان را رازدار افتادہ ام

کشتیِ بے ناخدایم، سرگزشتِ من مپرس
از شکستِ خویشتن بر دریا کنار افتادہ ام

رفتہ از خمیازہ ام، بر بادِ ناموسِ چمن
چاک اندر خرقۂ صبحِ بہار افتادہ ام

○

سوختہ جگر تا کجا رنجِ چکیدن دہیم
رنگ شو اے خونِ گرم تا بپریدن دہیم

عرصۂ شوقِ ترا مشتِ غباریم ما
تن چو بریزد ز ہم ہم بہ تپیدن دہیم

جلوہ غلط کردہ اند رخ بکشا تا ز مہر
ذرہ و پروانہ را مژدۂ دیدن دہیم

سبزۂ ما در عدم تشنۂ برقِ بلاست
در رہِ سیلِ بہار شرحِ دمیدن دہیم

شیوۂ تسلیمِ ما بودہ تواضع طلب
در خمِ محرابِ تیغ تن بخمیدن دہیم

خیز کہ رازِ درون در جگرِ نے دمیم
نالۂ خود را ز خویش دادِ شنیدن دہیم

بود بدگو سادہ، با خود ہمزبانش کردہ ام
از وفا آزردنت خاطرنشانش کردہ ام

گوشۂ چشمش بہ بزمِ دلربایان بامنت
وقتِ من خوش باد کز خود بدگمانش کردہ ام

در حقیقت نالہ از مغزِ جان روئیدہ ایست
کز برائے عذرِ بیتابی زبانش کردہ ام

بدگمان و نکتہ چین و عیب جویش دیدہ ام
امتحانِ چند صرفِ امتحانش کردہ ام

در تلاشِ منصبِ گل چیینیم دارد ہنوز
آنکہ ساقی را بمستی باغبانش کردہ ام

جوہرِ ہر ذرّہ از خاکم شہیدِ شیوہ ایست
وائے من کز خود شمارِ کشتگانش کردہ ام

○

میر بایم بوسہ و عرضِ ندامت میکنم
اختراعے چند در آدابِ صحبت میکنم

سنگ و خشت از مسجدِ ویرانہ می آرم بشہر
خانۂ در کوئے ترسایان عمارت میکنم

چشمِ بد دور، التفاتے در خیال آوردہ ام
ہر چہ دشمن میکند، با دوست نسبت میکنم
دستگاہِ گلفشانیہاے رحمت دیدہ ام
خندہ بر بے برگیِ توفیقِ طاعت میکنم
غالبم غالب! ہم آیین بر نتابم در سخن
بزم بر ہم میزنم، چندانکہ خلوت میکنم

○

صبح شد خیز کہ رودادِ اثر بنمایم
چہرہ آغشتہ بخونابِ جگر بنمایم
پنبہ یکسو نہم از داغ کہ رخشد چون روز
آخری نیست شبم را کہ سحر بنمایم
چون بمحشر اثرِ سجدہ ز سیما جویند
داغِ سودائے تو ناچار ز سر بنمایم

○

تا یکے صرفِ رضا جوئیِ دلہا باشم
فرصتم باد کزین پس ہمہ خود را باشم
گاہ گاہ از نظرم مست و غزلخوان بگذر
ورنہ بر عہدۂ من نیست کہ رُسوا باشم
حسرتِ رُوے ترا حُور تلافی نکند
از تو آخر بچہ امید شکیبا باشم
در کنارم خزد از آلایشِ دامن مہراس
تابِ آن کو کہ ترا یابم و خود را باشم
قبلۂ گم شدگانِ رہِ شوقم غالب!
لاجرم منصب من نیست کہ یکجا باشم

○

دگر نگاهِ ترا مستِ ناز می خواہم　　حسابِ فتنہ ز ایام باز می خواہم
گزشتم از گلہ در وصل فرصتم بادا　　زبانِ کوتہ و دستِ دراز می خواہم
برون میا کہ ہم از منظرِ کنارۂ بام　　نظارۂ ز درِ نیمباز می خواہم

ہمین بس است کہ میرم ز رشکِ خواہشِ غیر
ز عرضِ ناز ترا بے نیاز می خواہم

○

ز من حذر نہ کنی گر لباسِ دین دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستین دارم
نشستہ ام بگدائی بشاہراہ و ہنوز
ہزار دزد بہر گوشہ در کمین دارم
ز وعدہ دوزخیان را فزون نیاز ارند
توقعے عجب از آہِ آتشین دارم
ترا نہ گفتم اگر جان و عمر معذورم
کہ من وفاے تو با خویشتن یقین دارم
طلوعِ قافیہ در مطلع از جبین دارم
بذکرِ سجدۂ شہ حرفِ دلنشین دارم
علیِ عالیِ اعلےٰ کہ در طوافِ درش
خرام بر فلک و پاے بر زمین دارم

از آنچه بر لبِ او رفته در شفاعتِ من
فسانهٔ بلبِ جوے انگبین دارم
بکوثر از تو کرا ظرف بیش قسمت بیش
بباده خوے کنم، عقلِ دوربین دارم

بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم
قضا بگردشِ رطلِ گران بگردانیم

ز چشم و دل بتماشا تمتع اندوزیم
ز جان و تن بمدارا زیان بگردانیم

بگوشهٔ بنشینیم و در فراز کنیم
بکوچه بر سرِ ره پاسبان بگردانیم

اگر ز شحنه بود گیر و دار نندیشیم
و گر ز شاه رسد ارمغان بگردانیم

اگر کلیم شود همزبان، سخن نکنیم
و گر خلیل شود میهمان بگردانیم

گل افگنیم و گلابے برہگذر پاشیم
می آوریم و قدح درمیان بگردانیم

ندیم و مطرب و ساقی ز انجمن رانیم
بکار و بار زنی کاروان بگردانیم

گہی به لابه سخن با ادا بیامیزیم
گہی ببوسه زبان در دہان بگردانیم

نہیم شرم بیک سوی و باہم آویزیم
بشوخیِ که رخِ اختران بگردانیم

ز جوشِ سینه سحر را نفس فرو بندیم
بلاے گرمیِ روز از جہان بگردانیم

بوہمِ شب همه را در غلط بیندازیم
ز نیمه ره رمه را باشبان بگردانیم

بجنگ باج ستانانِ شاخساری را
تہی سبد ز درِ گلستان بگردانیم

بصلح بال فشانانِ صبحگاہی را
ز شاخسار سوے آشیان بگردانیم

زحیدریم من و تو، زما عجب نبود	گر آفتاب سُوے خاوران بگردانیم
بمن وصالِ تو باور نمی کند، غالب	بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم

○

رفت بر ما، آنچہ خود ما خواستیم	دایہ از سلطان بغوغا خواستیم
دیگران شستند رختِ خویش و ما	تریِ دامن ز دریا خواستیم
چون بخواہش کارہا کردند راست	خویش را سر مست و رسوا خواستیم
ہم بخواہش قطعِ خواہش خواستند	عذرِ خواہشہاے بیجا خواستیم
قطعِ خواہشہا زما صورت نداشت	ہمت از غالب ہمانا خواستیم

○

اگر بر خود نمیبالد زغارت کردنِ ہوشم
مرا اُو را ازچہ دشوارست گنجیدن در آغوشم
خدایا زندگی تلخست، گر خود نقل و مے نبود
دلے دہ کز گدازِ خویش گردد چشمۂ نوشم
گر امشب میرم و در ہفت دوزخ سرنگون غلتم
ہمان دانم کہ غرقِ لذتِ بیتابیِ دوشم
بہارِ گلشنِ کُوے توام، مسپار در خاکم
چراغِ بزمِ نیرنگِ توام، مپسند خاموشم

ادائے مَے بساغر کردنت نازم، زہے ساقی!
بیفشان جرعہ بر خاک و زمن بگذر کہ مدہوشم
مرنج از من اگر نبود کلامم را صفا غالب!
خُمستانِ غبارم سر بسر دردیست سرجوشم

○

لغزد از تابِ بناگوشِ تو مستانہ و ما | تکیہ بر پاکیِ دامانِ گہر داشتہ ایم
زخمِ ناخوردۂ ما روزیِ اغیار مکن | کان بآرایشِ دامانِ نظر داشتہ ایم
تو دماغ از مے پُر زور رسانیدہ و ما | بر درِ خمکدہ خشتے تہِ سر داشتہ ایم
پیش ازین مشربِ ما نیز سخن سازی بود | لختے از خوشدلیِ غیر خبر داشتہ ایم

○

گردون و بالِ گردنِ من ساخت تہمتے | کو دست تا بگردنِ دلدار خم کنم
یارب بشہوت و غضبم اختیار بخش | چندانکہ دفعِ لذت و جذبِ الم کنم

○

نشاطِ آرزو بازادی ز آرایش بریدن ہم
کلم بر گوشۂ دستار زد دامن زچیدن ہم
دلا، خون گشتی و گفتی کہ ہے، گردیدہ کار آخر
مشو افسردہ، غافل! عالمے دارد چکیدن ہم

نہ از مہرست، گر بر داستانم می نہد گوشے
ہمان از نکتہ چینی خیزدش ذوقِ شنیدن ہم
چہ پرسی کز لبت وقتِ قدح نوشی چہ میخواہم
ہمین بوسیدنی، چون مست تر گردی مکیدن ہم
ببالینم رسیدستی، زہے بیکس نوازیہا!
فدایت، یکدو دم عمرِ گرامی وا رسیدن ہم
چہ خیزد، گر نقابے از میان برخاست، کو تسکین
کہ می بینم نقابِ عارضِ یارست دیدن ہم
نخواہد روزِ محشر، دادخواہِ خویش عالم را
بتو بخشید ایزد شیوۂ نازآفریدن ہم
دل از تمکین گرفت و تابِ وحشت نبودم، غالب!
نگنجد در گریبانِ من از تنگی دریدن ہم

○

بے بادہ خجالت کشم از بادِ بہاری
صحبت ودمِ غالیہ اندائے ندارم

○

در وصل دل آزاریِ اغیار ندانم
دانند کہ من دیدہ ز دیدار ندانم
طعنم نسزد، مرگ ز ہجران نشناسم
رشکم نگزد، خویشتن از یار ندانم
پرسد سببِ بیخودی از مہر و من از بیم
در عذر بخون غلتم و گفتار ندانم

ہر خون کہ فشاندم ژہ در دل فتدم باز — خود را بغمِ دوست زیانکار ندانم
بوے جگرم میدمد از خون سرِ ہر خار — شد پاے کہ در راہِ وے افگار ندانم
زخمِ جگرم، بخیہ و مرہم نہ پسندم — موجِ گہرم، جنبش و رفتار ندانم
نقدِ خردم، سکۂ سلطان نپزیرم — جنسِ ہنرم، گرمیِ بازار ندانم

○

در رہ انجامِ محبت، طرحِ آغاز افگنم — مہر بردارم از و، تا ہم براو باز افگنم
در ہوائے قتل، سر بر آستانش می نہم — تا بلوحِ مدعا نقشِ خدا ساز افگنم
ہمزبانم با ظہوری مطلعے کو، تا ز شوق — با جرس در نالہ آوازے بر آواز افگنم
نامہ برگم شد، در آتش نامہ را باز افگنم — چون کبوتر زینت طاؤسے بپرواز افگنم
ترکِ صحبت کردم و در بندِ تکمیلِ خودم — نغمہ ام جان گشت، خواہم در تنِ ساز افگنم
تا ز دود اہلِ نظر چشمے تواند آب داد — رخنہ در دیوارِ آتشخانۂ راز افگنم

ن

زانچہ دل زہم پاشد لب چہ طرف بر بندد — یا مجالِ گفتن دہ، یا نہ گفتہ باور کن
در رسائیِ سعیم عقدہا بپاپے زن — در روانیِ کارم فتنہ ہا شاور کن
خوے سرکشم دادی، بجز رشک نپسندم — سینۂ من از گرمی تا بہ سمندر کن

بخششِ خداوندی گر فراخورِ ظرف ست
ہم بہوش بیشی دہ . ہم بمے تونگر کن

رشکِ بر تشنۂ تنہا روِ وادی دارم
نہ بر آسودہ دلانِ حرم و زمزم شان

○

جنونِ مستم بفضلِ نو بہارم میتوان کشتن
صراحی بر کف و گل در کنارم میتوان کشتن

گر فتم کے بشرعِ ناز زارم میتوان کشتن
بفتوائے دلِ امیدوارم میتوان کشتن

بہجران زیستن کفرست، خونم را دیت نبود
چراغِ صبحگاہم، آشکارم میتوان کشتن

تغافلہائے یارم زندہ دارد، ورنہ در بزمش
بجرمِ گریۂ بے اختیارم میتوان کشتن

جفا بر چون منے کم کن کہ گر کشتن ہوس باشد
بذوقِ مژدۂ بوس و کنارم میتوان کشتن

بخونِ من اگر ننگست، دست و خنجر آلودن
نویدِ وعدۂ کز انتظارم میتوان کشتن

خدایا! از عزیزان منتِ شیون کہ بر تابد
جدا از خان و مان، دور از دیارم میتوان کشتن

پس از مردن اگر بہرِ من آسایش گمان داری
سرت گردم بتصدیعِ خمارم میتوان کشتن

زہے باغ و بہار جانفشانان! غمت چشم و چراغ رازدانان
بصورت اوستادِ دلفریبان بمعنی قبلۂ نامہربانان
وصالت جان توانا سازِ پیران خیالت خاطر آشوبِ جوانان
دل از داغت بساطِ گلفروشان تن از زخمت ردائے باغبانان
ببالادستیِ عفوِ تو عصیان زبون، ہمچون نشستِ ناتوانان
زناحق کشتگان راضی بجانت کہ غالب ہم یکے باشد از آنان

○

طاق شد طاقت زمشقت، بر گران خواہم شدن
مہربان شو، ورنہ برخود مہربان خواہم شدن
خار و خس ہر گہ در آتش سوخت، آتش میشود
مُردم از ذوقِ لبت چندان کہ جان خواہم شدن
در تب اندر از تابِ رشکِ طاقتِ نظارہ ام
خوش بیا کامشب بہشتِ دشمنان خواہم شدن
محو گشتم در تغافل، بر نتابم التفات
گر بچشمم جا دہی، خوابِ گران خواہم شدن
باہوس خویشتن حسن واز وفا بیگانہ است
مہر کم کن، ورنہ بر خود بدگمان خواہم شدن

لذتِ زخمم چو خون، غالب! در اعضا می دَوَد
رنج اگر اینست، راحت راضمان خواهم شدن

○

دل زان مژۂ تیز بیک بار کشیدن — دامن بدرشتی بود از خاک کشیدن
حق گویم و نادان بزبانم دہد آزار — یارب! چہ شد آن فتوئی بردار کشیدن
دریاب کہ با این ہمہ آزار کشیدن — لب میگزم از کار بزنہار کشیدن
مشتاقِ قبولم من و دل تاب نیارد — آرے، ز لبِ نازکِ دلدار کشیدن

○

واعظ! سخن از توبہ مگو، اینکہ پس از مے — دست و دہنے آب کشیدیم بست این
لب بر لبِ دلبر نہم و جان بسپارم — ترکیبِ یکے کردنِ صد ملتمست این

○

مستِ دردم، ساز و برگِ انتعاشم نالہ است
بے شکستن برنیاید، بادہ از مینائے من
فصلے از بابِ شکستِ رنگ انشا کردہ ام
میتوان رازِ درونم خواند از سیمائے من
دانمش در انتظارِ غیر و نالم زار زار
وائے من، گر رفتہ باشد خواہش از غوغای من!

زلف می آراید و از ناز یادم می کند
در خمِ آن طرّه خالی دیده باشد جاے من

خاطرِ منت پذیر و خوے نازک دادهٔ
گر بہ بخشی شرمسارم، ورنہ بخشی واے من

○

خوش بود، فارغ ز بندِ کفر و ایمان زیستن
حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن!

شیوهٔ رندانِ بے پروا خرام، از من مپرس
اینقدر دانم کہ دشوارست آسان زیستن

برد گویی، خرّمی از هر دو عالم هر کہ یافت
در بیابان مردن و در قصر و ایوان زیستن

راحتِ جاوید، ترکِ اختلاطِ مردم ست
چون خضر باید ز چشمِ خلق پنهان زیستن

روزِ وصلِ یار جان ده، ورنہ عمری بعد ازین
هیچو ما، از زیستن خواهی پشیمان زیستن

بر نویدِ مقدمت، صد بار جان باید فشاند
بر امیدِ وعده ات، زنهار نتوان زیستن

○

چیست بلبل خندہ از عتاب شکستن	رونقِ پروین ز آفتاب شکستن

○

خیرہ کند مرد را مہر درم داشتن	حیف ز ہمچوں خودی چشمِ کرم داشتن
تازگیِ شوق چیست، رنگ طرب ریختن	چہرہ ز خونابِ چشم رشکِ ارم داشتن
با ہمہ اشکستگی، دم ز درستی زدن	با ہمہ دلخستگی تابِ ستم داشتن
دل چو بجوش آیدی، عذرِ بلا خواستن	جان چو بپا سایدی شکوہ ز غم داشتن
نقش پے رفتگان جادہ بود در جہان	ہر کہ رود بایدش پاسِ قدم داشتن
اشک چنان بے اثر، نالہ چنیں نارسا	دیدہ و دل را سزد ماتم ہم داشتن
خجلتِ کردارِ زشت، گشتہ بعاصی بہشت	باج ز کوثر گرفت جبہہ ز نم داشتن

○

چہ غم ار بہ جد گرفتی ز من احتراز کردن
نتوان گرفت از من بگزشتہ ناز کردن

نگہت بموشگافی ز فریب رم نخوردن
نفسم بدام بافی ز سخن دراز کردن

تو و در کنارِ شوقم گرہ از جبین کشودن
من و بر رخِ دو عالم درِ دل فراز کردن

بنوردِ پاسِ رازت خجل از غبارِ خویشم
کہ ز پردہ ریخت بیرون غم نالہ ساز کردن

زغمِ تو باد شرمم که چه مایهٔ شوخ چشمیست
زشکستِ رنگ بر رُخ درِ خلد باز کردن

نفسم گداخت شوقت، ستمست گر تو دانی
که ز تابِ ناله خون شد، نه ز پاسِ راز کردن

بفشارِ رشکِ بزمت نچنان گداخت گلشن
که میانهٔ گل و مل رسد امتیاز کردن

همه تن ز شوقِ چشمم که چو دل فشانده گردد
بسرشکِ مایه بخشم ز جگر گداز کردن

○

اگر بقدرِ وفا میکنی جفا حیفست — بمرگِ من که ازین بیش میتوان کردن!

○

لب دوختم ز شکوه ز خود فارغم شمرد — نشناخت قدرِ پرسشِ پنهان شناختن
از شیوه‌های خاطرِ مشکل پسند کیست — کشتن بجرمِ درد ز درمان شناختن
نازم، دماغِ ناز ندانی ز سادگیست — کشتن بظلم و کشتهٔ احسان شناختن
لختِ دلم بدامن و چاکِ غمم بجیب — اینک سزای جیب ز دامان شناختن

○

فغانا، میگساران، دجله نوشان — دریغا، ساقیان اندازه دانان
دمِ مردن بر شکم تنگ گیرد — فراخیهای عیشِ سخت جانان

گلے بر گوشۂ دستار داری خوشا بختِ بلندِ باغبانان

○

تا ز دیوانم کہ سرمستِ سخن خواہد شدن
این مے از قحطِ خریداری کہن خواہد شدن
کوکبم را در عدم اوجِ قبولی بودہ است
شہرتِ شعرم بگیتی بعدِ من خواہد شدن
مطرب از شعرم بہر بزمے کہ خواہد زد نوا
چاکہا ایثارِ جیبِ پیرہن خواہد شدن
حرف حرفم در مذاقِ فتنہ جا خواہد گرفت
دستگاہِ نازِ شیخ و برہمن خواہد شدن
آنکہ صورِ نالہ از شورِ نفس موزون دمید
کاش دیدی کاین نشیدِ شوق فن خواہد شدن
کاش سنجیدی کہ بہرِ قتلِ معنی یک قلم
جلوۂ کلک و رقم دار و رسن خواہد شدن
شاہدِ مضمون کہ اینک شہری جان و دل است
روستا آوارۂ کام و دہن خواہد شدن
زاغ زاغ اندر ہوائے نغمہ بال و پر زنان
ہمنوائے پردہ سنجانِ چمن خواہد شدن

شاد باش، ای دل! درین محفل که ہر جا نغمہ ایست
شیونِ رنجِ فراقِ جان و تن خواہد شدن

ہم فروغِ شمعِ ہستی تیرگی خواہد گزید
ہم بساطِ بزمِ مستی پُرشکن خواہد شدن

حسن را از جلوۂ نازش نفس خواہد گداخت
نغمہ را از پردۂ سازش کفن خواہد شدن

و

حق کہ حقیقت سمیعست فلانی، بشنو
بشنو، گر تو خداوندِ جہانی، بشنو

لن ترانی بجوابِ ارنی چند و چرا
من نہ آنیم بشناس و تو نہ آنی، بشنو

سود خود خوان و بخلوت گہِ خاصم جا دہ
آنچہ دانی بشمار؛ آنچہ ندانی، بشنو

بختے آیینہ برابر نہ و صورت بنگر
پارۂ گوش بمن دار و معانی بشنو

چارہ جوے نیستم و نیز فضولی نکنم
من و اندوہ تو چندانکہ توانی، بشنو

زینکہ دیدن نہ بچشمِ طلبِ جم خطاست
سخنِ چند ز غمہاے نہانی، بشنو

تا ازین بے ادبی قہرِ تو افزون گردد
گلہ سازیست کہ آہنگِ دعا خیز ازو

پیشِ ما دوزخِ جاوید بہشتست بہشت
باد آباد دیارے کہ وفا خیز ازو

بینوایانِ تو در ردِ سرِ دعویٰ ندہند
بشکند سازِ وفاے کہ صدا خیز ازو

بجہد زیرِ سرِ انگشتِ تو نبضم کہ مرا — نیست دردے کہ تمنائے دوا خیزد ازو
بوسہ بعد از طلبِ بوسہ بخشد لذّت — چون جوابے کہ باندازِ حیا خیزد ازو
دیگر امروز، ہمہ بر سرِ جنگ آمدہ است — بادائے کہ ہمہ صلح و صفا خیزد ازو

○

گویی بشحنہ گویی کہ کس را نکشتہ ایم — آن نعشِ نیم سوختہ ز آتش کشیدہ کو

○

اے مرگ! مرحبا چہ گرانمایہ دلبری — چشمِ بد از تو دور نکویان سپندِ تو

○

تا کے فریبِ حلم، خدارا، خدانہ — آن خوئے خشمگین و ادائے ملال کو
یا می گسست صحبت و یا میفزود ربط — لیکن مرا ملال و ترا انفعال کو
خواہی کہ بر فروزی و نوزی، درنگ چیست؟ — خواہم کہ تیز سوئے تو بینم، مجال کو
در بادۂ طہور، غمِ محتسب کجا — در عیشِ خلد، لذّتِ بیمِ زوال کو

○

دولت بغلط نبود، از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد، ناچار مسلمان شو
ہم خانہ بسامان بہ، ہم جلوہ فراوان بہ — در کعبہ اقامت کن، در بتکدہ مہمان شو
آوردہ غمِ عشقم، در بندگیِ ایزد — اے داغ بدل در رو و ز جبہہ نمایان شو
در بندِ شکیبائی، مُردم ز جگر خائی — اے حوصلہ تنگی کن، اے غصہ فراوان شو

○

۵

آہ از بزمِ وصالِ تو کہ ہر سو دارد
نشتر از ریزۂ مینا برگِ جان زدۂ

شورِ اشکے بفشارِ بنِ مژگان دارم
طعنہ بر بے سر و سامانیِ طوفان زدۂ

○

بتے دارم از اہلِ دل رم گرفتہ
بشوخی دل از خویشتن ہم گرفتہ

ز سفّاک گفتن چو گل بر شگفتہ
دریں شیوہ خود را مسلّم گرفتہ

فسون خواندہ و کارِ عیسیٰ نمودہ
پری بودہ و خاتم از جم گرفتہ

دمش رخنہ در زہدِ یوسف فگندہ
غمش گندم از دستِ آدم گرفتہ

برویش ز گرمی نگہ تاب خوردہ
بکویش برفتن صبا دم گرفتہ

نیارد ز من ہیچگہ یاد ہرگز
مگر خوے خاقانِ اعظم گرفتہ

○

دردا کہ دیدہ رانم اشکے نماندہ است
کاندر وداعِ دل زند آبے بر آئینہ

○

بزمت بہشت و بادہ حلال ست در بہشت
گر باز پرس رو دہد از من جواب خواہ
خونِ سیاہِ نافۂ آہو چہ بو دہد
از حلقہاے زلفِ بتان مشکِ ناب خواہ

از شمعِ طورِ خلوتِ خود را چراغ نِہ
از زلفِ حُور خیمۂ خود را طناب خواہ

○

خواہم زخواب بر رخِ لیلیٰ کشائیمش — چشمے نگہ بپردۂ محمل نسودۂ
با دین و دانشے چو منے تا چہا کند — سجّادہ و عمامہ زصنعان ربودۂ
خجلت نگر کہ در حسناتم نیافتند — جز روزۂ درست بصہبا کشودۂ

○

چون زبانہا لال و جانہا پُر زغوغا کردۂ
بایدت از خویش پرسید آنچہ باما کردۂ
گر نہ مشتاقِ عرضِ دستگاہِ حسنِ خویش
جان فدایت، دیدہ را بہرِ چہ بینا کردۂ
ہفت دوزخ در نہاد شرمساری مضمرست
انتقام ست اینکہ با مجرم مدارا کردۂ
صد کشاد آنرا کہ ہم امروز رخ بنمودۂ
مژدہ باد آنرا کہ محوِ ذوقِ فردا کردۂ
ذرۂ را روشناس صد بیابان گفتۂ
قطرۂ را آشنائے ہفت دریا کردۂ

جلوہ و نظارہ پنداری کہ از یک گوہرست
خویش را در پردۂ خلقے تماشا کردۂ

○

نازم تلوّنِ تو بجنتِ خود و رقیب | با او چنین نبودی و با ما چنان نۂ
با دیدہ چیست کارِ تو، لختِ جگر نۂ | در دل چراست جائے تو، سوزِ نہان نۂ

○

مرز فنا فراغ را، مژدہ و برگ و ساز دہ
سایہ بمہر واگذار، قطرہ بہ بحر باز دہ
طرۂ جیب را ز چاک، شانۂ التفات کش
عارضِ خویش را ز اشک غازۂ امتیاز دہ
داغ بسینہ زیورست، دل بجفا حوالہ کن
مَے ز شرر گرانترست سنگ بشیشہ ساز دہ
از نمِ دیدہ، دیدہ را رونقِ جوئبار بخش
وز تفِ نالہ نالہ را چاشنیِ گداز دہ
شرم کن آخر، اے حیا! اینہمہ گیرودار چیست؟
خاطرِ غمزہ باز جو، رخصتِ ترکتاز دہ
اے گلِ تر! برنگ و بو اینہمہ نازش از چہ رو
منّتِ ابر یک طرف مزدِ چمن طراز دہ

یا بہ بساطِ دلبری عام مکن ادائے لطف
یا ز نگاہِ خشمگین مژدۂ امتیاز دہ
اے تو کہ غنچہ را ز تو بحثِ شگفتن از برست
سروِ کرشمہ بار را درسِ خرام ناز دہ
گر بغمے کہ خوردہ ام، رخصتِ اشک و آہ نیست
ہم بدلے کہ بردۂ، طاقتِ ضبطِ راز دہ

○

پاسِ رسوائیِ معشوق ہمین ست اگر — وائے ناکامیِ دستِ بگریبان زدۂ
حسن در جلوہ گر بہا نکشد منتِ غیر — ہر گل از خویشتنست آتشِ دامان زدۂ
برو در انجمنِ شعلہ رخانم غالب! — ذوقِ پروانۂ بروئے چراغان زدۂ

○

بر دست و پائے بندِ گرانی نہادۂ — نازم بہ بندگی کہ نشانی نہادۂ
ایمن نیم ز مرگ اگر رستہ ام ز بند — دلدوز ناوکے بکمانی نہادۂ
تا خستۂ بلا نبود بے گریز گاہ — در مرگ احتمالِ امانی نہادۂ
راز ست گر دلے بجفائے شکستۂ — داد ست گر سرے بسنانی نہادۂ
ہر دیدہ را درے بتماشا کشودۂ
ہر فرقہ را دلے بگمانی نہادۂ

○

ی

ازو باور ندارد دعویِ ذوقِ شہادت را
نگاہش با رقیب و خاطرش با ماست پنداری

فدایش جان کہ بہرِ کشتنم تدبیرہا دارد
عتابِ من بہ بختِ خویشتن بجاست پنداری

گریستیم آنقدر کز خون بیابان لالہ زارے شد
خزانِ ما بہارِ دامنِ صحراست پنداری

○

گر نہ نوا با سرودمے، چہ غمستے — منکہ نیم گر نبودمے، چہ غمستے
رنگ ز رودن نبرد ز آینہ کالفت — گر ہمہ صورت زدودمے، چہ غمستے
گر غمِ دل بودمے کہ تا دمِ مردن — ہم بخود از خود فزودمے، چہ غمستے

○

گفتن ز میان رفتہ و دانم کہ ندانی
با من کہ بمرگم ز تو پرسش ستمستے

○

نازِ مومن و کافر برچہ دستگاہ آخر — سبحہ و مسواکے، قشقہ و زنارے
شوخیِ شمیمش بین، جنبشِ نسیمش بین — غنچہ راست آہنگے، سرو راست رفتارے

بدین خوبی خرد گوید که کامِ دل مخواه از وَے
نکوروی و نکوکار و نکونامست، آه از وَے
جنونِ رشک را نازم که چون قاصد روان گردد
دَوَم بیخویش و گیرم نامہ اندر نیمہ راہ از وَے
شکستن را، خدایا هم بدین اندازه قسمت کن
دلے از ما و عہد و طرّہ و طرفِ کلاه از وَے
شدم غرقِ شطِ نظاره و باغیر در تابم
که دانم می تراود دعویِ ذوقِ نگاه از وَے

○

نخواهم از صفِ حوران ز صد هزار یکے
مرا بس است ز خوبانِ روزگار یکے
سراغِ وحدتِ ما آتش توان کثرت جست
که سائر ست در اعداد بیشمار یکے
چگویم از دل و جانے که در بساطِ منست
ستم رسیده یکے، نا امیدوار یکے
دو برقِ فتنہ نہفتند در کفِ خاکے
بلائے جبر یکے، رنجِ اختیار یکے
زہے نگاهِ سبکسیر و شرمِ دور اندیش
یکے بدزدیِ دل رفت و پرده دار یکے
چہ شد که ریخت زبان رنگِ صد هزار سخن
بخون سرشتہ نوائی ز دل برآر یکے

○

اندوهِ پر افشانی از چهره عیانستے
خون ناشده رنگ اکنون از دیده روانستے

رَو، تن بخرابی دِہ، تا کار روان گردد
طوفان زدہ زَورق را ہر موج عیانستے
جان باغ و بہار، اما در پیشِ تو خاکستے
تن مشتِ غبار، اما در کوے تو جانستے

○

تاہم ز دل بُرد کافر ادائے — بالا بلندے، کوتہ قبائے
از خوے ناخوش دوزخ نہیبے — وز رُوے دلکش مینو لقائے
چون مرگِ ناگہ بسیار تلخے — چون جانِ شیرین اندک وفائے
در کام بخشی ممسک امیرے — در دلستانی مبرم گدائے
گستاخ سازے، پوزش پسندے — طاقت گدازے، صبر آزمائے
در کینہ ورزی، تفسیدہ دشتے — در مہربانی، بستان سرائے
از زلفِ پُرخم، مشکین نقابے — از تابشِ تن، زرّین رِدائے
در عرضِ دعوی لیلیٰ نکوہی — بر زعمِ غالب، مجنون ستائے

○

بدل ز عربدہ جائے کہ داشتی، داری — شمارِ عہدِ وفائے کہ داشتی، داری
عتاب و مہرِ تو از ہم شناختن نتوان — خرد فریب ادائے کہ داشتی، داری
خرابِ بادۂ دوشینہ، سرت گردم — ادائے لغزشِ پائے کہ داشتی، داری
کرشمہ بار نہانے کہ بودہ، ہستی — بسر ز فتنہ ہوائے کہ داشتی، داری

جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب! ترا چہ باک خدائے کہ داشتی، داری

○

اگر بشرعِ سخن در بیان گردانی ز سوئے کعبہ رخِ کاروان بگردانی
بہ نیم ناز کہ طرحِ جہانِ نو فگنی زمین بگستری و آسمان بگردانی
بیک کرشمہ کہ بر گلبنِ خزان ریزی بہار را بدرِ بوستان بگردانی
بگلشنے کہ خرامی ببادہ آشامی قدح ز جوشِ گل و ارغوان بگردانی
بکوئے غیر روی چون مرا برہ نگری بجبہہ چین فگنی و عنان بگردانی
وفا ستائے شوی چون مرا بیاد آری بخویش طعنہ زنی و زبان بگردانی

اجازتے کہ کنم نالہ تا کجا غالب!
زلب بسینہ بتنگم فغان بگردانی

○

بیہودہ نیست سعیِ صبا در دیارِ ما اے بوئے گل پیامِ تمنائے کیستی
خون گشتم از تو باغ و بہارِ کہ بودۂ کشتی مرا بغمزہ مسیحائے کیستی
در شوخیِ تو چاشنیِ پرفشانی نیست بے پردہ صیدِ دامِ تپشہائے کیستی
با ہیچ کافر اینہمہ سختی نمیرود اے شب بمرگِ من کہ تو فردائے کیستی

○

کافرم گر از تو باور باشدم غمخواریے
آزمندِ التفاتم کردہ ذوقِ خواریے

از کنارِ دجلہ آتشخانہ چندان دور نیست
کشتیِ ما بر شکستن زود رستان یاریے

شاد باش، اے غم! از بیمِ مرگ ایمن ساختی
گشت صرفِ زندگانی، بود گر دشواریے

رشک نبود گر خدنگت جانبِ دشمن گرفت
در دمِ ساطور پنہانست زخمِ کاریے

برق از قہرت کبابِ بیمحابا سوزیے
مرگ از لطفِ بلاکِ دردمند آزاریے

باخرد گفتم: چہ باشد مرگ بعد از زندگی؟
گفت ہی خوابِ گرانی از پسِ بیداریے

اے دل! از مطلب گزشتم دستگاہت را چہ شد؟
شیونے، شورے، فغانے، اضطرابے، زاریے

دارد انداز و تسلسل در ضمیرم شوقِ دوست
ہمچو رقصِ نالہ در کام و لبِ زنہاریے

○

رفت آنکہ کسبِ بوے تو از باد کردمے — گل دیدمے و روے ترا یاد کردمے

رفت آنکہ گر براہِ تو جان دادمے ز ذوق — از موجِ گردِ رہ نفس ایجاد کردمے

اکنون خود از وفاے تو آزار می کشم — رفت آنکہ از جفاے تو فریاد کردمے

بندم منہ ز طرہ کہ تابم نماندہ است   رفت آنکہ خویش را ببلا شاد کردمے

○

ماہ و خورشید درین دائرہ بیکار نیند
تو کہ باشی کہ بخود زحمتِ کارے ندہی

○

غیر دانم لذتِ ذوقِ نگہ دانستہ است
کز پےِ قتلم بدستش دادِ تیغِ تیز ہی
بر سرِ کوے تو بیخود گشتنم از ضعف نیست
کشتۂ رشکم، نیارم دید خود را نیز ہی
ننگ باشد چشم بر ساطور و خنجر دوختن
غنچہ آسا سینۂ خواہم جراحت خیز ہی
ریزشِ خشت از در و دیوار برگِ راحتست
خاک را کاشانۂ ما کردہ بالین خیز ہی

○

در مشربِ ما خواہشِ فردوس بجویی   در مجمعِ ما طالعِ مسعود نیابی
در بادۂ اندیشۂ ما دُرد نہ بینی   در آتشِ ہنگامۂ ما دُود نیابی
چون آخرِ حسنست بما ساز کہ دیگر   باہم کششے مانعِ مقصود نیابی
آن شرم کہ در پردہ گری بود نداری   آن شوق کہ در پردہ دری بود نیابی

سر چشمۂ خونست ز دل تا بزبان، ہاے
دارم سخنے با تو و گفتن نتوان، ہاے
سیرم نتوان کرد ز دیدارِ نکویان
نظارہ بود شبنم و دل ریگِ روان، ہاے
اے فتوئ ناکامیِ مستان کہ تو باشی
مہتابِ شبِ جمعۂ ماہِ رمضان، ہاے
با داورِ ناگفتہ شنو رفت حوالت
دردے کہ بہ گفتن نہ پزیرفت گران، ہاے
از جنّت و سرچشمۂ کوثر چہ کشاید
خون گشتہ دل و دیدۂ خونابہ فشان، ہاے

○

زاہد کہ و مسجد چہ و محراب کجائی
عیدست و دمِ صبح و مےِ ناب کجائی ؟
بوے گل و شبنم نسزد کلبۂ ما را
صرصر تو کجا رفتی و سیلاب کجائی ؟
حشرست و خداداور و ہنگامہ بپایان
اے شکوۂ بے مہریِ احباب کجائی ؟
با گرمیِ ہنگامۂ خواہش نہ شکیبم
آتش بشبستان زدم، اے آب کجائی ؟
چون نیست نمکسائیِ اشکم بفغانم
کاے روشنیِ دیدۂ بیخواب، کجائی ؟

○

بوسہ گر خواہی بدین تشنگی، بہ پیچد تنگ تنگ
عذر اگر باید بمستی رنگ رنگ آرد ہمی

آنکہ جوید از تو شرم و آنکہ خواہد از تو مہر
تقوی از میخانہ و داد از فرنگ آرد ہمی

بازوے تیغ آزماے داشتی، انصاف نیست
کز تو بختم مژدۂ زخمِ خدنگ آرد ہمی

تا دران گیتی شوم پیشِ شہیدان شرمسار
رنجد و بیہودہ در قتلم درنگ آرد ہمی

○

دیدہ ور آنکہ تا نہد، دل بشمارِ دلبری
در دلِ سنگ بنگرد، رقصِ بتانِ آزری

فیضِ نتیجۂ ورع، از مے و نغمہ یافتیم
زہرۂ ما برین افق دادہ فروغِ مشتری

تا نبود بلطف و قہر، ہیچ بہانہ درمیان
شکر گرفت نارسا شکوہ شمرد سرسری

اے تو کہ ہیچ ذرّہ را جُز برہِ تو روے نیست
در طلبت توان گرفت بادیہ را برہبری

هر که دلست در برش داغِ تو رویدش ز دل
تا چو بدیگرے دہد، باز بری بداوری

بسکہ بفنِ عاشقی غیرتِ غیر جانگزاست
با تو خوشم کہ جز تو نیست روے بہر کہ آوری

رشکِ ملک چہ و چرا، چون بتو رہ نمی برد
بیہدہ در ہوائے تو می پرد از سبکسری

حیف کہ من بخون تپم، وز تو سخن رود کہ تو
اشک بدیدہ بشمری، نالہ بسینہ بنگری

کوثر اگر بمن رسد، خاک خورم ز بے نمی
طوبیٰ اگر ز من شود، ہیمہ کشم ز بے بری

دردِ ترا بوقتِ جنگ قاعدۂ تہمتی
فکرِ مرا بزیرِ زنگ آئینۂ سکندری

○

زبسکہ با تو بہر شیوہ آشنا ستمے — بعشق مرکزِ پرکارِ فتنہ ہا ستمے
سخن ز دشمن و غمہاے ناگوارش نیست — ز دوست داغِ ستمہاے ناروا ستمے
چگونہ تنگ توانم کشیدنت بکنار — کہ با تو در گلہ از تنگیِ قبا ستمے
نکردہ وعدہ کہ بر عاجزان ببخشاید — امیدِ سنجِ فغانہاے نارسا ستمے
ببادہ داغِ خودی از روان فرو شستہ — ہلاکِ مشربِ رندانِ پارسا ستمے

دلم در نالہ از پہلوے داغِ سینہ تابستے
بر آتشپارۂ چسپیدہ لختے از کتابستے

بہارم دیدن و رازم شنیدن بر نمیتابد
نگہ تا دیدہ خونستے و دل تا زہرہ آبستے

ہجومِ جلوۂ گل کاروانم را غبارستے
طلوعِ نشئۂ مے مشرقم را آفتابستے

خزانم را نوائے صورِ محشر ہمعنانستے
بیانم را رواجِ شورِ طوفان در رکابستے

زخاکم نالہ می روید، ز داغم شعلہ میبالد
رسیدے گر درِ راستے و دیدی اضطرابستے

خطائے سر زد از بیصبری و شرمندہ از نازم
بحسرت مردن استغنائے قاتل را جوابستے

دلم صبحِ شبِ وصلِ تو بر کاشانہ میلرزد
در و بامم بوجد از ذوقِ بوئے لختِ خوابستے

زہے جان و دلم کز ہفت دوزخ یادگارستی!
خوشا پا تا سرت کز ہشت گلشن انتخابستے!

دلم میجویی و از رشک می میرم کہ در مستی
چرا زان گوشۂ ابرو اشارت کامیابستے

محبت در بلا اندازه میجوید مقابل را
کتانِ ہوش را مرجلوۂ گُل ماہتابستے

گلویم تشنہ و جان و دلم افسردہ، ہی ساقی!
بدہ نوشینہ دار روے کہ ہم آتش، ہم آبستے

سپاس از جاگی خواران، استغنائے نازستے
شکایت از دعا گویان، اندازِ عتابستے

نگویم ظالمے، امّا تو در دل بودۂ وانگہ
دلے دارم کہ ہمچون خانۂ ظالم خرابستے

منال از عمر و سازِ عیش کن کز بادِ نوروزی
بگلشن جلوۂ رنگینیِ عہدِ شبابستے

طفیلِ اوست عالم غالبا، دیگر نمی دانم
گر از خاکست آدم، پایۂ نامِ بوترابستے

●●

ذیل میں ہم اساتذۂ ایران کی ہمطرح غزلوں کا انتخاب پیش کر رہے ہیں تاکہ ناظرین موازنہ کر سکیں کہ جہاں غالب نے اپنے پیشروؤں کا تتبع کیا، وہ کہاں تک کامیاب رہا۔

اشعار سے پہلے صفحہ کا نمبر یہ ظاہر کرتا ہے کہ غالب کی ہمطرح غزل متن میں کس صفحے پر درج ہے۔

ص ۳۴

طاعتِ ما نیست غیر از ورزشِ پندارِ ما — ہست استغفارِ ما، محتاجِ استغفارِ ما

خانۂ ما خاکساران، بر سرِ راہِ فناست — شب نمیسوزد چراغ از پستیِ دیوارِ ما

نظیری

تحفۂ مرہم نگیرد سینۂ افگارِ ما — سایۂ گل بر نتابد گوشۂ دستارِ ما

مالبِ آلودہ بہرِ توبہ بکشائیم لیک — بانگِ عصیاں میزند ناقوسِ استغفارِ ما

عرفی

سُبحہ در کف، توبہ بر لب، دل پُر از شوقِ گناہ — معصیت را خندہ می آید بر استغفارِ ما

صائب

ضمیمہ

چاشنی از حرفِ زہرش طرح بر گفتارِ ما — یاد زخمش مرہمے بر سینۂ افگارِ ما

از دمِ تیغِ تغافل زخمِ رسوائی چکد — وائے بر ما، خونِ ما بر گردنِ اظہارِ ما

قصۂ حمخانۂ افلاک بیظرفان کنند — آسمانہا قطرہائے ساغرِ سرشارِ ما

رغبتِ ساقی و ساغر گاہ کمتر می شود — نیست در افزودنش بیہودہ استغفارِ ما

ظہوری

ص ۴۴

بہار آمد جنون دیگر بصحرا می برد ما را — خموشی باز بر ہنگامہ بندی داشت غوغا را

فسون پرواز تراز عشق در عالم نمیباشد — دمِ طفلانِ نادان میدہد پیران دانا را

بشرطِ کار دیوسف را زلیخا میخرید از خود — ترنج و تیغ را نازم چہ رنگین کرد سودا را

ورع را در گزک گیری تلاش تیز دستی بین — نہانی عشوۂ ساقی چہ رسوا کرد تقوا را

برائے خلد تا بِ رشک خواہد تافتن دوزخ — ازیں زیور کہ ایزد از جمالت دادہ دنیا را

ظہوری

برائے خشتِ خمِ خو بہم گو آن پیرِ ترسا را
گزیں بازیچۂ طفلان خمِ دمشتِ گِلِ ما را
جہان را نیست آن معنی کہ باید فکرِ آن کردن
الف بی خوانِ این مکتب شگافد این معما را
بخود از بہرِ حسرت داد راہم، ورنہ معلوم ست
ز دریا چند در آغوش گنجد موجِ دریا را
ہمیں بس شاہدِ بی اختیاریہائے مشتاقان
کہ عذر از جانبِ یوسف بود جرمِ زلیخا را
خموشی نزلِ عشق آرم کہ بر درگاہِ سلطانان
کمان بر زہ نمی آرند بازوئے توانا را

ہمین مقدار میخواہم کہ از رخ پردہ برداری
کہ بشناسیم قدر بینشِ نادان و دانا را
نظیری خاطرے از داغِ دل آزردہ تر دارد
قدم ہشیار نہ اینجا کہ در خون می نہی پا را

نظیری

من از آن حسنِ روزافزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

حافظ

غنی روز سیاہِ پیرِ کنعان را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

غنی کشمیری

نگر دزدِ ہوس را باوجودِ عصمتِ یوسف
چسان از چہرہ غارت میکند شرمِ زلیخا را

ظہیر فاریابی

درین وادی کہ میباید گذشت از ہرچہ می آید
خوش آن وادی کہ در دامانِ وی افگند صحرا را
نزاکتہاست در آغوشِ میناخانۂ حسرت
مژہ برہم مزن تا بشکنی رنگِ تماشا را
بجائے نالہ می خیزد غبار از خاکسارانت
صدا کردہ است یکسر ساغرِ نقشِ قدمہا را

درین دریا زبس فرش ست امواجِ شکست من
بہر جا رہ روم چون موج بر خود می نہم پا را
نہ از عیش ست اگر چون شیشہ می قلقل آہنگم
شکستِ دل صدائے میزند رنگِ تماشا را
ندارد سود امکان جز بکنجِ فقر آسودن
اگر ساحل شوی در آبِ گوہر گیر دریا را
بہستی از دل ہر ذرہ در پرواز می آید
اگر بر خاک ریزد حیرتم رنگِ تمنا را
بہر سو چشم وا کردم نگہ وقفِ خطا کردم
نمیدانم چہ پیش آید منِ غفلت تقاضا را

ضمیمہ

بہشت عافیت رنگِ جہان آبرو باشد — در آغوشِ نفس گر خون کنی عرضِ تمنا را

ندارد حالِ ما اندیشۂ مستقبل و ماضی — کہ گم کردیم در آغوشِ دی امروز فردا را
اقامت تہمتے در محفلِ کم فرصتِ ہستی — چو عکس از خانۂ آئینہ بیرون گر کنی جا را

بیدل

(مرزا بیدل کی اس طرح میں چار غزلیں ملتی ہیں - مؤلف)

ص ۳۵

آنکہ بر ما رقمِ کین زدہ از کینۂ ما — نقشِ آئینہ خود دیدہ در آئینۂ ما
عید و نوروز بود مکتبِ ما را ہر روز — بمحبت گزرد شنبہ و آدینۂ ما
محضرِ سلطنتِ عشق اگر بر خوانند — خاتم و سکّہ بر آرند ز گنجینۂ ما
خورد دل زخمے ازان غمزہ کہ نتوانی دوخت — تو کہ صد بار فزون دوختہ سینۂ ما
طرفہ شورے سحر از سینہ نظیری برخواست — ساخت کارِ ہمہ را گریۂ دوشینۂ ما

نظیری

عشق آنروز کہ تا بید طنابِ رگ و پے — خیمہ زد داغِ تمنائے تو در سینۂ ما

ظہوری

ص ۳۷

ز شہرِ دوست می آیم پیامِ عشق بر لبہا — بتلقینے کنم آزاد طفلان را ز مکتبہا
دلِ شب داشت در نے از کدورت ہای حرمانم — بسوئے آسمان دیدم فرو بارید کوکبہا
بجنبش التفاتے زندہ دارد آفرینش را — اگر نازے کند از ہم فرو ریزند قالبہا
بگو منصور از زندان انا الحق گو برون آید — کہ دینِ عشق ظاہر گشت و باطل ساخت مذہبہا
چو من ہر کس طبیبے دارد از زحمت چہ غم دارد — کہ آبے گر کشم بر کوہ و صحرا افگنم تبہا

سحر گہ خستہ و رنجور از خلوت برون آیم — چو پروانہ کہ از صحبت برآید آخر شبہا
ز بیدادی کہ بر دل شد نکردم ضبط خود ز اول — کنوں کاتش ہمی بارد پشیمانم ز یاربہا
نظیری برکشا تا دیدہ و دل برکشایندت — کہ از تنگیِ عالم تنگ میگردند مشربہا

نظیری

ص ۳۸

اثر گم کردہ آہنگم مپرس از عندلیبِ من — درین گلشن نفس میسوزم از آتش نوائیہا
کسے یارب مبادا افسردۂ نیرنگِ خود داری — شرارم سنگ شد از کلفتِ صبر آزمائیہا
غبار انگیز شہرت نیست وضعِ خاکسارِ من — خردشے داشتم گم کردہ ام در سرمہ سائیہا

بیدل

ص ۴۰

کجا بودی کہ امشب سوختی آزردہ جانے را — بقدرِ روزِ محشر طول دادی ہر زمانے را
سوالے کن ز من امروز، تا غوغا بشہر افتد — کہ اعجازِ فلانے کرد گویا بیزبانے را
کتابِ ہفت ملت گر بخواند آدمی غایت — نخواند تا ز جزوِ آشنائی داستانے را
بافسون موم آہن کردن آسان تر ازان باشد — کہ از کین بر سرِ مہر آوری نامہربانے را
بہر جنسے کہ می گیرند اخلاص و وفا خوب ست — پس از عمرے گزر افتاد بر ما کاروانے را
بعشاق اشکِ گرم و رنگِ زرد از بہر آن دادند — کز استغنا فرود آرند مستغنی جوانے را
اگر از خار خارِ بیوفائی ہاے گل نبود — سحر گہ عندلیبے برنہ خیزد گلستانے را
ولا سیلابِ خون را از شگافِ سینہ بیرون کن — کہ امشب سودہ ام بر دیدہ خاکِ آستانے را
نمی دانم نظیری کیست چون می آمد ازان کو — بحالِ مرگ دیدم بر سرِ رہ ناتوانے را

نظیری

ضمیمہ

ص ۴۴

چہ پشتی کردہ محراب حرم بر قبلہ دار شکم — نمیدانم کجا دیدہ است آن محراب ابرو را

بتبدیلِ نیاز و ناز عشقم داد دستورے — نمیدانم کہ اُو را خود کنم، یا خود کنم اُو را

ظہوری

ص ۴۶

آب از شعلۂ فوارۂ مژگان خواہد — دارد از تابہ تفسیدہ زمین دانۂ ما

در دُنِ ہر مژہ صد قلزم و عمان داریم — کردہ طوفانِ ہوس گوہرِ یکدانۂ ما

راز ہا بر سرِ بازار نہد گر نہ نہد — آہ زنجیر بپاے دلِ دیوانۂ ما

ظہوری

ص ۴۷

فالِ تسلیم زن و شوکتِ شاہی دریاب — گردنے بشکن و معراجِ کلاہے دریاب

چہ وجود و چہ عدم، بست و کشادِ مژہ است — چون شرر ہر دو جہان را بنگاہے دریاب

یوسفی کن، اگر اسبابِ مسیحائی نیست — بفلک گر نرسیدے، بنِ چاہے دریاب

بیدل

ص ۴۹

دامن کشان چو ابر بگلزار میرود — تا آبِ نرگسِ کہ و برقِ گیاہِ کیست

پایم بہ پیش از سرِ این کو نمیرود — یاران، خبر دہید کہ این جلوہ گاہِ کیست

گردِ سرِ تو گشتن و مردن گناہِ من — دیدن ہلاک و رحم نکردن گناہِ کیست

چون بگذرد نظیریِ خونین کفن بحشر — خلقے فغان کنند کہ این دادخواہِ کیست

نظیری

دل دادن و سخن نشنیدن گناہِ من — دل بردن و نگاہ نکردن گناہِ کیست

عرفی

دردِ دل بحرمین بتو گفتن گناہِ من　　　　برحرفِ غیر گوش نہادن گناہِ کیست

(؟قدسی)

ص ۵۱

جنگِ آتش آشتی، آتش مدارا آتش ست　　　　خوش سروکارے ازان بدخو مرا با آتش ست

بادہ خواہی باش تا از خُم برون آرم کہ من　　　　آنچہ در جام و سبو دارم مہیا، آتش ست

آبِ حیوان می کنم در جام و آتش میخورم　　　　بادہ با شاہد مے ناب ست و تنہا آتش ست

ہم سمندر باش و ہم ماہی کہ در جیحونِ عشق　　　　رُوے دریا سلسبیل و قعرِ دریا آتش ست

با کہ گویم سرِ این معنی کہ نورِ حسنِ دوست　　　　با دماغِ من گل و با چشمِ مُوسا آتش ست

عرفی

خشک چون نی استخوان و ماجرا با آتش ست　　　　کس نسوزانیدہ از من پاکتر تا آتش ست

بہرِ پیشِ داغہا، از برگ برہم چیدہ گل　　　　شمع در پروانہ سوزی، خود سراپا آتش ست

عشق در یوسف فروشی چو برآید از دکان　　　　از شرارِ تیشہ اش، در مغزِ خارا آتش ست

کوہکن بود ست از بس گرم کارِ خود ہنوز　　　　پاک میگردد بدریا، لیکن اولیٰ آتش ست

شست و شوی دلق پرہیزت ظہوری حکمت ست
پاک میگردد بدریا، لیکن اولیٰ آتش ست

ظہوری

شمعِ تصویریم از سوز و گدازِ ما مپرس　　　　پرتوی از رنگِ ما باقیست، دریا آتش ست

غرقِ وحدت باش اگر آسودہ خواہی زیستن　　　　ماہیان را ہرچہ باشد غیرِ دریا، آتش ست

شاخ از گلبن جدا، مصروفِ گلخن میشود　　　　زندگی با دوستان عیش ست و تنہا آتش ست

گریہ گر شد بے اثر، از نالۂ ما کن حذر　　　　آب ما خون گشت، اما آتشِ ما آتش ست

بیدل

ضمیمہ

ص ۵۲

کس نہ نمود جرعۂ کز جگرم گزک نخواست
زندگی نہ گفت کس کز سخنم نمک نخواست

آمدہ نقشِ بازیم، ورنہ فراز دیدہ ایم
کس نہ نشست کز حسد جائے ز دوشش دو یک نخواست

من ہمہ عجز و ہمگنان میلِ نزاع میکنند
ہر کہ حریر باف شد، عاقل از و خسک نخواست

رنگِ رخِ سخن نشان میدہد از عیارِ مرد
صاحبِ فہم خوردہ بین، ناسرہ را محک نخواست

گفت و شنیدِ دوستان مایۂ عیش می بود
آنکہ شمردہ زد نفس ہمدمِ ملک نخواست

عالم و یک مسیح دم، دیرِ مغان و یک صنم
ہر چہ نخواست رائے من اخترِ من فلک نخواست

مصرعِ نظم بے غلط، صفحۂ نثر بی نقط
نسخۂ نظم و نثرِ من نقطۂ سہو و شک نخواست

نظیری

ص ۵۳

ہر طرف نظر کردیم ہم بخود سفر کردیم
اے محیطِ حیرانی این چہ بیکرانیہاست

ما ز سیرِ این گلشن غشوۂ طرب خوردیم
ورنہ چشم وا کردن عبرت امتحانیہاست

سازِ ما شکستِ دل یار ازین نوا غافل
بہ کہ پیشِ خود نالیم نالہ بیزبانیہاست

بیدل

ص ۵۴

گر تجلی مانع است وگاہ ہجران حائل است
حیرت اندر حیرت است و مشکل اندر مشکل است

از نمِ فیضے کہ با این مشتِ خاک آمیختند
حاملانِ عرش را بارِ امانت در گل است

عقدۂ ما را رسول و نامہ نتواند کشود
بُعدِ ظاہر بین بچشمِ دوریِ ما در دل است

بام و در پُر جلوۂ حسنست اہلِ حال را
ہر کہ صورت دوست میدارد ز معنی غافل است

از حدیثِ شور و سودا میرمم دیوانہ وار
حرفِ لیلے گوے تا دانی کہ مجنوں عاقل است

نظیری

چشم وا کردن کفیلِ فرصتِ نظارہ نیست — پرتوِ این شمع آغوشِ وداعِ محفل است
در رہِ تسلیم پر پیچان ما افتادہ ایم — بر سرِ ما سایۂ گر ہست دستِ قاتل است
امتیازِ حسن و عشق از شوقِ کامل بردہ اند — میبرد از کف دل و در چشمِ مجنون محمل است
بیدل

ص ۵۷

بعشق قابلِ دیوانگی خردمند ست — بزر زجملہ کہ آزاد مرد این بند ست
مگر کہ رخصتِ بیطاقتی شود مرہم — کہ گوشِ دلشدگان، ریش گشتۂ پند ست
بگو حدیثِ وفا از تو بہتر ست، بگو — شوم فدائے دروغیکہ راست مانند ست
ظہوری

بحرفِ اہلِ غرض قرب و بُعد مانند ست — دلِ شکستۂ ما را ہزار پیوند ست
ازان دمم کہ بحیرت فگند دیدنِ او — نگہ بگوشۂ چشم ہنوز در بند ست
درازدستیِ حسنے کہ گل بجیبم ریخت — کہ تا بدامنم از جیب در شکر خند ست
ز عیبِ تست کہ، بیگانہ وار میگذری — کہ یک زود گسل نیست دیر پیوند ست
نظیری

شمارِ شوق ندانستہ ام کہ تا چند ست — جُز اینقدر کہ، دلم سخت آرزومند ست
نہ دام دانم و نے دانہ، اینقدر دانم — کہ پاے تا بسرم ہر چہ ہست، در بند ست
بکیشِ صدق و صفا، حرفِ عہد بیکار ست — نگاہِ اہلِ محبت تمام سوگند ست
اداے حقِ محبت عنایتیست از دوست — وگرنہ خاطرِ عاشق بہیچ خرسند ست
بدوستے کہ بجز دوستی نمیدانم — خداے داند و آن کو مرا خداوند ست
ازان خوشم بسخنہاے دلکشِ تو رحیم — کہ اندکے بہ اداہاے عشق مانند ست
عبدالرحیم خانخانان

ضمیمہ

مکن تغافل ازین بیشتر کہ میترسم   گمان برند کہ این بندہ بے خداوندست

لا اعلم

ص ۵۸

نظر بظاہرِ صیاد در خفا خفتست   اجل رسیدہ چہ داند، بلا کجا خفتست
شمیمِ مہر ز باغِ وفا نمی آید   بہر چمن کہ تو نشگفتۂ، صبا خفتست
طبیبِ عشق ببرد طمع ز بیدارے   کہ شب براحت ازین دردِ بی دوا خفتست
کس از معانقۂ روزِ وصل یابد ذوق   کہ چند شب ز ہم آغوشِ خود جدا خفتست

شبِ امید بہ از صبحِ عید میگزرد
کہ آشنا بتمنائے آشنا خفتست

نظیری

ص ۶۱

ترا بکعبہ، مرا کار با دل افتادست   بکعبہ بتکدۂ من مقابل افتادست
بعزمِ کعبہ کنید اتفاقِ خلوتیان   کہ پیرِ صومعہ را پاے در گل افتادست
ز کنجِ زمستیِ مے کردہ قبلہ بادہ فروش   دلش بگوشۂ میخانہ مائل افتادست
حریف بین چہ براحت بساط میچیند   ز تیر باریِ افلاک غافل افتادست
حریمِ خاک چو فربانگہ فنا دیدیم   کہ ہر طرف نگری، صید بسمل افتادست
یکے بگورِ عزیزانِ شہر سیرے کن   ببین کہ نقشِ املہا چہ باطل افتادست
مجردانِ سبکسیر از جہان رفتند   گہر بقعرِ یم و خس بساحل افتادست
غرر بمالِ نظیری بہ پیشِ من نرسد   کہ او بوادیِ و رختش بمنزل افتادست

نظیری

دلم بہ قبلۂ اسلام مائل افتادست   صنم تراشِ من از کفر غافل افتادست
من از فریبِ عمارت گذشتہ ام ورنہ   ہزار گنج بویرانۂ دل افتادست

زبارِ درد سبک مایہ دان شہید آن را | کہ در محیط محبت بساحل افتادست
بہ آستانِ محبت شہید شد عرفی | برہمنے بدرِ کعبہ بسمل افتادست

عرفی

دگر بہ تلخ نگاہان نگاہ تا نکنی | ببین ببین کہ چہ شیریں شمائل افتادست
بتلخی است زشیرینیِ دہانش رشک | کہ شہدِ ناب بزہرِ ہلاہل افتادست
نہم سپند بر آتش کہ در ستمگاری | نظیر نیستش، افسوس کاہل افتادست
بخونبہانہ نہد پاے از سرِ دعویٰ | ہر آن سرے کہ تہِ پاے قاتل افتادست
باوجِ اخترِ طالع چرا ننازد غیر | کہ باستارۂ بختم مقابل افتادست
بہجر جان بکنارے چسان رود کہ امید | نہادہ پا بمیان کار مشکل افتادست
فتادہ اند شہیدان بفکرِ زخم بہا | چہ صحت است کہ دعویٰ بقاتل افتادست
کتابِ صبر کہ تصحیح دادہ بود شش عقل | بکنجِ مدرسۂ عشق باطل افتادست

ظہوری

حسابِ سایۂ خورشید تا ابد باقیست | ادب پرستیِ دیدار مشکل افتادست
بغیرِ نفی چہ اثبات میتوان کردن | طلسمِ ہستیِ ما سخت مشکل افتادست
تردد یکہ در و مژدِ راحت ست کجا | نفس در آتشِ پروازِ بسمل افتادست
بہ آن بضاعت عجزم کہ گاہ بسملِ من | بجاے خون عرق از تیغِ قاتل افتادست

بیدل

ص ۶۲

جزاے حسنِ عمل در شریعت عربی ست | بحرفِ عفو نکردن گناہ بی ادبیست
سوادِ دل زمے سالخوردہ روشن کن | کہ عینکِ بصرش زآبگینۂ حلبی ست
قبولِ بے ہنران زالتفاتِ معشوق ست | عنایتِ ازلی را نشانہ بی سببیست
زمن مشاطۂ بتان صداق می طلبد | ہنوز دخترِ رز در سراچہ عنبیست

ضمیمہ

مگو کہ رفتم و قسمت بنود دریا ہم — کہ نارسیدنِ سالک نشانِ بی طلبیست
خلافِ رسم درین عہد خرقِ عادت دان — کہ کارہاے چنین از شمارِ بوالعجبیست
بہ تیغ قطعِ ارادت نمیشود ما را — خلوصِ بندگیِ ما شرافتِ نسبیست
مگو ز دوست ملالت بود نظیری را — کہ مستیِ سحری از نیاز نیم شبیست

نظیری

مدارِ صحبتِ ما، بر حدیثِ زیر لبیست — کہ اہلِ ہوش عوام اند و گفتگو عربیست
قبولِ خاطرِ معشوق، شرطِ دیدار ست — بحکمِ شوق تماشا مکن کہ بے ادبیست
بآسمان و زمین خشم و ناز کو دکیست
صلاحِ کار ہمین ترکِ مدعا طلبیست

عرفی

ص ۷۰

صافی دلان بچشمۂ ساغر وضو کنند — وقتِ نماز جانبِ میخانہ رُو کنند
کے دستِ شان بمائدۂ عیش می رود — آنہا کہ خو بلذتِ غمہاے اُو کنند
دل را ز تابِ رشک شود آب رنگ و بو — در باغ از و اگر سخنِ رنگ و بُو کنند
در جیب چاک فگند ظہوری ہزار چاک — تا دلبران بتارِ نگاہش رفُو کنند
کہ بُوے را بتربیتِ چشم کردہ رنگ — کہ رنگ را بہ تقویتِ مغز بُو کنند
آلودگان کہ آب ندارند در جگر — دریا بآبِ دیدۂ تر شست و شو کنند
مستغنی از حناست سر انگشتِ گلرخان — ناخن ز ناز بسکہ بہ دلہا فرُو کنند
بردن ز پاے خم بلب آبِ زندگی — مقدور نیست خاکِ مرا چون سبو کنند
تا ہم ز تابِ غم ہمہ شب رشتۂ نفس — تا چاکِ جیبِ صبح بآہم رفُو کنند

ظہوری

آمد سحر کہ دیر و حرم رُفت و رُو کنند — تا با زم از نصیب چہ خون در سبو کنند

آلودگی زگریہ بدامان نمیرود | دلقِ مرا بشعلہ اگر شست و شُو کنند
کو زخمِ عاشقانہ کہ در جلوہ گاہِ حسن | صد چاکِ دل بتارِ نگاہے رُفو کنند
تو کارِ دل بغمزۂ معشوق واگذار | بیطاقتی مکن کہ نکویان نکُو کنند
دیگر بآبِ دیدہ نظیری بخون نشست | چندان نماند دل کہ غم و غصہ بُو کنند
زان خم کہ زاہدان بقدح آبجو کنند | شوریدگانِ صومعہ می در سبُو کنند
یابند جملہ مُہرِ سلیمان و جامِ جم | کز خاکِ راہِ میکدہ راشست و شُو کنند
در خشت و سنگِ میکدہ دیدم معائنہ | ذوقی کہ سالکان بخیال آرزو کنند
خونابہ زخم فاش کند، ورنہ عاشقان | تارِ جگر کشند و گریبان رفُو کنند

نظیری

کاش آن کسان کہ منعم از آن تندخو کنند | صد دل نمودہ نیم نگاہے با و کنند
این تشنگی بجام و سبو کم نمی شود | باساقیان بگوے کہ فکرِ سبُو کنند
اینست التماس کہ مارا پس از وفات | رندانِ بادہ نوش بمے شست و شُو کنند
نازم بغمزہ کش کہ ز شوقِ خدنگِ او | آسودگان حیاتِ دگر آرزو کنند

عرفی

روشندلان چو آینہ بر ہرچہ رُو کنند | ہم در طلسمِ خویش تماشاے اُو کنند
اے غفلت، آبروے طلب بیش ازین مریز | عالم تمام است مگر اجستجُو کنند
آسودہ زی کہ اہلِ فنا بیش از انتقام | از وضعِ خویش خاک بچشمِ عدُو کنند
بیدل، باین طراوت اگر باشد انفعال | باید جہانیان زجبینم وضُو کنند

بیدل

ص ۷۶

عشقست طلسمے کہ در و بام ندارد | آنکس کہ ازو یافت نشان، نام ندارد
بادے کہ وزد، وجد کند مستِ محبت | عاشق سرِ سوداے مے و جام ندارد

ضمیمہ

بس زاویۂ حالِ مرا روز لطیف ست — تا بہ نفسِ صبح و دمِ شام ندارد

آغازِ جنونم شدہ پایانِ محبت — کاریست بانجام کہ انجام ندارد

از خویش تسلّی نشوم تا سخنے ہست — پروانہ بجان باختن آرام ندارد

کوتہ نظران در طلبِ توشۂ راہند — عرشِ دو جہان وسعتِ یکگام ندارد

زان دانۂ مشکین و خطِ سبز ندیدم — مرغے کہ دلے در گروِ دام ندارد

جان زیرِ لب از بادۂ مرّ بوسہ بچینید — کان نخلِ بہشتی ثمرِ خام ندارد

مدہوش ز بیش بیش شدم کز لبِ ساغر — مے چاشنیِ تلخیِ دشنام ندارد

عریانیِ ما را شرفِ کعبہ چو پوشد — درویشِ حرم جامۂ احرام ندارد

نظیری

ص ۸۰

محبت با دلِ خمیدہ الفت بیشتر گیرد
چراغ آگندہ دے بستہ در مزار در گیرد
محبت بیشتر قائم شود چون بشکند پیمان
شگوفہ اول افشاند درخت آنگہ ثمر گیرد
اگر بادے وزد مشتاق را شور و دماغ آرد
دگر بوے رسد مخمور را مستی ز سر گیرد
مشو از بہرِ من غافل کہ زخمِ کاری دارم
مبادا دیگرے صیدِ ترا از خاک بر گیرد
مرا این مے کہ برد از ہوش، دل مجروح خواہد کرد
حریف آگہی باید کہ از جامم خبر گیرد
نظیری کوے عشقست این نہ شاہد بازی و رندی
کہ گر پائے رود از دست کس پائے دگر گیرد

نظیری

ص ۸۹

اے صبا، از گلِ عطّار نشانے بمن آر | وز گلستانِ نشاپور خزانے بمن آر
تیرِ بارانِ ستم از پےِ ہم چند رسد | ناوکے میکشم از سینہ، کمانے بمن آر
ہر نشانے کہ ز سودایش دہی، سُود دہد | اگر از مایہ نماندست، زیانے بمن آر
کشت زارِ طربم تشنۂ آتش شدہ است | مطربِ ابر دم و برق زبانے بمن آر
دلم از صنعتِ الفاظ نظیری بگرفت | از دمِ پُر ہنرے سادہ بیانے بمن آر

نظیری

یک پارہ در وفا بر آور | وین قہرِ قدیم را سر آور
طوفانِ چہار موجہ دادی | کشتیِ ہزار لنگر آور
گر بد مستیم، بادہ کم دِہ | ور مخموریم، ساغر آور
امروز برنگِ دیگرش بر | فرداش برنگِ دیگر آور

نظیری

ص ۹۰

چشمش براہیِ میرو و مژگانِ نُما کش نگر | در سینہ دارد آتشے، پیراہنِ چاکش نگر
دامے کز زلف انداختہ، در گردنِ سیمینش نگر | خونے کہ مژگان ریختہ بر دامنِ پاکش نگر
شرم از میان برخاستہ، مُہر از زبان برداشتہ | گفتارِ بے ترسش ببین، رفتارِ بیباکش نگر
قصدِ فریبے می کند سُوے غزالے می جہد | آن چشمِ آہو گیر را با زلفِ پیچاکش نگر
از کوے معشوق آمدہ، شوریدگان در حلقہ اش | از صیدِ آہو میرسد، شیران بفتراکش نگر
وحشی غزالے کز صبا، رَم در بیابان میخورد | رامِ نظیری می شود در ہوش و ادراکش نگر

نظیری

ص ۹۲

فتادہ ام بمیانِ غمِ از گران برخیز | بہ تیرِ غمزۂ ابروے چون کمان برخیز

ضمیمہ

زمامِ خاطرِ من بستہ، تصرف نیست
اگر قبول نہ داری، بہ امتحان برخیز

تو آفریدہ زروحے زجنسِ خاک نۂ
بصد رجائے تو شاید، ز آشیان برخیز

شکار سخت بیفتاد، از زمین برگیر
خدنگ راست برون رفت از کمان، برخیز

شبت دراز نظیری بیادِ وے بگذشت
ز روز رفتہ بیابی مگر نشان، برخیز

نشست اختر و پردین زیرِ نیان برخیز
غبارِ کاہ کشان رفت، میکشان، برخیز

مبارکست سحر رُوے دوستان دیدن
بروے چنگ و صراحی و گلستان برخیز

فروغِ مل نبود، چاک پیرہن بکشا
شمیمِ گل نوزد، آستین فشان برخیز

گران مباش نظیری ببزمِ رعنایان
باستان بنشین و ز آستان برخیز

نظیری

ص ۹۴

دست کسے نہ بستہ دافسون نکردہ کس
ہستی تمام پردہ و محزون نکردہ کس

رنجور آن نگاہم و محتاجِ آن لبم
مارم بجان گزیدہ وافسون نکردہ کس

در جلوہ گاہِ وصلِ تو از بس ہجومِ اشک
یوسف بچہ فتادہ و بیرون نکردہ کس

جامِ شرابِ عیشِ حریفان لبالبست
بی غصہ در پیالۂ ما خون نکردہ کس

صد قرن بر محبتِ لیلیٰ گذشتہ است
بیداد بر قبیلۂ مجنون نکردہ کس

اعراض از کلامِ نظیری چہ میکنی
انکارِ نخلِ قامتِ موزون نکردہ کس

نظیری

در بغل مصحف و سجادۂ تقویٰ بر دوش
بردازمدرسہ ام مغبچۂ بادہ فروش

در نماز از صفِ اصحاب برونم آورد
بر زبان نیت و تکبیرِ موذن در گوش

ہر دم از زمرۂ اسلام روان گرد یدیم
او بمن عشوہ کنان من ز پیش طعنہ نیوش

مست و والہ بخراباتِ مغانم آورد
وز حریفانِ خرابات برآورد خروش

صنم آراستہ کردند و قدح در دادند
گرم گردید ز من زمزمۂ نوشانوش

ردِ اسلام و ورع، برہمنم تلقین کرد
با بتان روے بروے و مغان دوش بدوش

آنچہ آیات و حِلَم بود، بَبُرد از یادم
وانچہ ابیات و غزل بود، قوی ساخت بہوش

عمرہا مطرب و میخانہ پرستی کردم
ناگہم خورد بگوش از قدحِ بادہ سروش

کین چہ مستی و غرورست بطاعت نگراے
این چہ نااہلی و دوریست بخدمت میکوش

زین صدا رفتم از آہنگِ مقامات بدر
زین ندا آمدم از بادۂ طامات بہوش

بردم از کوے حریفان بسوے زاویہ رخت
کردم از نشۂ تحقیق بعلیین جوش

تا برون آریم از عالمِ فردانیت
خود خراباتی و خود زاہد و خود بادہ فروش

قصۂ عاشق و دیوانہ نظیری، دگراست
عاقلان را ز چنین راز پسندند خموش

نظیری

دوش در صومعہ آمد صنمِ بادہ فروش
جامِ مے در کف و زنار حمائل بر دوش

ہمہ سرمایۂ سوداے دلِ خام طمع
ہمہ نقصانِ متاعِ منِ اسلام فروش

غمزہ اش گرم عنان گشتہ کہ بگریز، بایست
عشوہ اش طنز کنان گفتہ: بیندیش، بکوش!

غمزۂ شوخ در انداختہ با نرگسِ مست
موجۂ طعنہ برانگیختہ از چشمۂ نوش

گفت کای عہد شکن، صومعہ بہ بود از زیر
نغمۂ عود کمی داشت، ازیں ذکر بخروش

توبہ از بادہ و بربستنِ چشم از رخِ من
ترکِ زنار و برافگندنِ سجادہ بدوش

ننگ بادت کہ نہ ایمانت حلال ست و نہ کفر
شرم بادت کہ نہ تسبیت بذوق ست و نہ ہوش

جز دلِ سوختہ را صوفیِ افسردہ دلست
ور خمِ طرۂ ما باز فشاندی از جوش

باز از توبہ شکن عہد ز ما خود نہ رواست
ہان، بگیر این قدح، اے توبہ شکن زود بنوش

توبۂ اول اگر زود شکستے دستی
ورنہ خود ریشہ دواند بدلِ بیہدہ کوش

بگرفتم ز دل آن جام کہ نوشم بادا
بکشودم لبِ خاموشی و دلِ بند ز ہوش

من صنم گوی و مریدان ہمہ در ہا یا ہاے
من قدح نوش و مغان نغمہ زنِ نوشانوش

ضمیمہ

بعد ازان بر سرِ صلح آمدہ رفتیم بدَیر
خندہ بر زمرۂ اسلام زنان جوشا جوش

عرفی این قصۂ خلوت نبری در بازار
ہان، مبادا شنود محتسبِ شہر، خموش

عرفی

بوعظِ پیرِ خرد ساعتے نشستم دوش
دلِ سخن شنو برکشید پنبہ زگوش

سخن نہاد بمن روے و راے دادِ سخن
چنین سرود کہ میگویم از زبانِ سروش

درین معاملہ از دیدِ دلبران در بند
نہ نازِ کس بخرونی نیاز خود بفروش

مباش از مژہا سینہ ریش دستہ خویش
مشو زکنجِ دہن، تلخکامِ چشمۂ نوش

چراست لب زتمنائے بوسہ در دم کاز
چراست دست و بغل دل زحسرتِ آغوش

تراچہ کار کہ کاکل رسیدہ تا بکمر
تراچہ کار کہ نگذشت زلف از سر دوش

چو عشق دید کہ در چاہِ عقل می افتم
ز مرحمت نپسندید خویش را خاموش

زکاتِ لب بمراعاتِ من کشود زبان
کہ ترجمہ طلب از گوش ہاے پند نیوش

مباش غاشیہ بر دوش در عنانِ کسے
کہ واز دن نتواند عنانِ نفس جموش

کنند قافلہ سالار ہوشیارے را
کہ خویش گزرانیدہ از گریوۂ خویش

بنوش زان مے وزتِ جوشِ جرعۂ بچشان
بشیخِ شہر کہ از سر بدر نہ رفتہ مجوش

ضرورت است خراشِ دلی بناخنِ غم
براے گرمیِ ہنگامۂ فغان و خروش

اثر زند بر ہش طرفوا بجا وشے
نفس بہ قافلۂ نالہ گر شود چاوش

بدستہ بندیِ زلفِ بنفشہ مویان رو
مرو بباغ چو سنبل کدام نازنگوش

بعشق رو کہ نماز و جہاد و حج است این
براے سعی ظہوری، مباش بیہودہ کوش

ظہوری

ص ۹

خرامان آمد از مے در سر آتش
چو او آمد، در آمد از در آتش

ز رنگ آمیزیِ آن زلف و رخسار
سمندر کردہ از خاکستر آتش

لبش افروختہ از خندہ مجمر بعشقش سوختہ عُود بر آتش
زہر مُو ہندوے آتش پرستے بگردِ عارضش رقصان بر آتش
پرِ پروانہ جان افشان واز رشک فشاندہ شمع ہر دم بر سر آتش
بجنت سوزِ عشقش گر نباشد شود بر مومن آبِ کوثر آتش
نظیری کامِ دل از سوختن جُو شود پروانہ را بال و پر آتش

نظیری

ص ۱۰۰

بسینہ گریہ گرہ شد، نقاب بر تر کش دلِ کبابِ مرا ز آتشِ درون بر کش
برون خرام و بیارا ے بزم و خوش بنشین غزل سرا ے و گریبان کُشا ے و ساغر کش
بہ نیم عشوہ مسیح از فلک بزیر آور بیک کرشمہ خلیل از کنارِ آذر کش
مے مراد بہ بیدر د مید ہد دوران تو باش ساقی و جام از کفِ سکندر کش
چو غم حوالہ کند آسمان، قضا گوید رقم بنامِ نظیری دلِ تونگر کش

نظیری

ص ۱۰۲

اگر تو نشنوی از نالہا ے زار، چہ حظ وگر تو ننگری از چشمِ اشکبار، چہ حظ
در آ بمشربِ روحانیان و داخل شو معاشرانِ تو مستانِ ہوشیار، چہ حظ
بچشمِ ما در و دیوار بوستان مستند ترا کہ بادہ نمی نوشی، از بہار، چہ حظ
کلیدِ قفلِ ہمہ گنجہا بما دادند بدستِ ما چو ندادند اختیار، چہ حظ
بلافِ ہمتِ برق و براق می تازم برون نمی رود م مرکب از غبار، چہ حظ
ہزار ذوق نظیری بدردِ نومید یست فریبِ وعدہ نباشد ز انتظار، چہ حظ

نظیری

ضمیمہ

ص ۱۰۳

من و ز کوے تو عزمِ سفر، دروغ دروغ — کجا من و خبرِ این خبر، دروغ دروغ
جز آستانِ تو جا در جهان نمیدانم — من و تصورِ جاے دگر، دروغ دروغ
ز خاکِ راهِ من اکسیر آبرو بُردند — من و جدائیِ این خاکِ در، دروغ دروغ
امید هست که جاے دگر بران دوزم — من و رفوے شگافِ جگر، دروغ دروغ

ظہوری

ص ۱۰۴

نالم ز چرخ اگر نه بر افغان خورم دریغ — گریم بدهر اگر نه بطوفان خورم دریغ
بر گل شکر فشاند و خونِ جگر دهد — بر سفرهٔ سپهر بمهمان خورم دریغ
صبحم که بر صبوح خودم خوانده روزگار — خندم بطنز و بر لبِ خندان خورم دریغ
باز آی تا بپاے تو ریزم نثارِ خویش — من آن نیم که بهرِ تو بر جان خورم دریغ

نظیری

ص ۱۰۵

بجستجوے تو دست از دو کون افشاندم — بسالکانِ مجرد، خداد هد توفیق
تو مے بجامِ دگر کن که در پیالهٔ من — به از شرابِ عقیقی بود سرشکِ عقیق
تو مے پرست و نظر باز شو که طبع را — مجاز می برد آخر بجانبِ تحقیق
باین سپاس که دوران مسلمیست ترا — بخاص و عام نظیری بده شرابِ رحیق

نظیری

ص ۱۰۷

نقشِ دیبا چنان کشیده فرنگ — که ز من برده دانش و فرهنگ
زمزمم سوخته ست گو هندو — مشتِ خاکسترم فشان بر گنگ
وه که بر ما نوشته باده فروش — باده را سنگ و جام را پا سنگ

زد ہمہ نقشہا و او بینقش — زد ہمہ رنگہا و او بی رنگ
گلہ در دوستی نمی گنجد — بسکہ شد راہِ دوستداری تنگ

نظری

منادیست دران کو کہ خونِ زندہ سبیل — بعشق نیست زیان، قاتل ست اجرِ قتیل
جمال و جاہ موافق بہم نساختہ اند — قبای سرو قصیر است و قدِ سرو طویل
شقاوتِ ازلی را علاج نتوان کرد — بمہد جبہۂ بدخو سیہ کنند از نیل
خوشیِ باغ و گلستان طلب زمزرع ودہ — وظیفہ گر نبود وجہِ می، خدا ست کفیل

نظری

ص ۱۰۸

بوی چمن می آیدم زین تازہ دیوان در بغل — من باغبانِ خویشم و دارم گلستان در بغل
تا طالعِ خود در دید صبح آئینہ داری ترا — آید از ان رو بیخبر، خورشید تابان در بغل
ما و نسیم از شوقِ تو خفتیم در آغوش ہم — او بوی پیراہن بکف، من بیتِ احزان در بغل
بلبل مرنج از من، اگر چیدیم ز گلشن غنچۂ — خواہم کہ او را پرورم از شوقِ پیکان در بغل
در دیدہ از شوقِ حیا لب خواب کردہ رنگِ خون — از بسکہ چشمم میکشد او را، ز مژگان در بغل
پروانہ در آغوشِ او پر میزند دایم ظہیر — داریم از شمعِ رخش شمعِ فروزان در بغل

ظہیر فاریابی

عمریست چون گل میروم زین باغ حرمان در بغل — از رنگ دامن بر کمر، از بو گریبان در بغل
کو خلوت و کو انجمن، در فکرِ خود دارم وطن — چون شمع سر تا پای من دارد گریبان در بغل

بیدل

گر یوسفِ وقتِ خودی، غافل ز اخوانت مشو — زیرا کہ دارند از حسد صد چاہِ کنعان در بغل
ہر چشم گریانِ مرا صد جوی خون در آستین — ہر ناوکِ نازِ ترا، صد تیرِ مژگان در بغل

مخفی

ضمیمہ

ص ۱۱۲

تنہا نہ دلقِ خود بمےِ ناب شستہ ایم — ناموسِ یک قبیلہ بایں آب شستہ ایم
قسمت بلاست، ورنہ مے آلودہ دلقِ خویش — صدرہ زشوق گوشۂ محراب شستہ ایم
باتو بہ دشمنیم و قدح دوست، دور نیست — کز دل ہوائے صحبتِ اصحاب شستہ ایم
ازبس شگفتہ در دہنِ تیغ رفتہ ایم — ترسِ قیامت از دلِ قصّاب شستہ ایم
ہم کفرِ ما بلذت و ہم دینِ ما بذوق — زنار و سجدہ در شکرِ ناب شستہ ایم
تاوانِ دل عطا بکن، اے دل شکن، کہ ما — از دفترِ معاملہ این باب شستہ ایم
عرفی ببین کہ گریہ چہ طوفان نمودہ است — کز چشمِ بخت دوستیِ خواب شستہ ایم

عرفی

در دورِ ع زدل بمےِ ناب شستہ ایم — در جوشِ داغِ سینہ بخوناب شستہ ایم
افسانہ ہائے زہر تو گردید گوشزد — از پردہ ہائے دیدہ شکرِ خواب شستہ ایم
بر آتشِ حواب مسوزان نقابِ ناز — در چشمِ ترنگہ بہزار آب شستہ ایم
جوشے نزد بپائے کسے خونِ عاشقان — بس لاغریم، دست زقصّاب شستہ ایم
کس را بگریہ نیست ظہوری توانِ ما — از زلفِ تابدارِ بتان تاب شستہ ایم

ظہوری

از ما حذر کہ دست زآداب شستہ ایم — شرم از دل و زبان بمےِ ناب شستہ ایم
از یک حدیثِ لطف کہ آنہم دروغ بود — امشب ز دفترِ گلہ صد باب شستہ ایم
امروز آبِ دیدہ ندارد اثر کہ دوش — تلخیِ گریہ را بشکرِ خواب شستہ ایم
از رنگ و بوئے گریہ بادور دامنت — صد آرزوئے کشتہ درین آب شستہ ایم

نظیری

ص ۱۱۴

ما حالِ خویش بے سروبے پا نوشتہ ایم — روزِ فراق را شبِ یلدا نوشتہ ایم

قاصد بہوش باش کہ بریک جوابِ تلخ — عرضِ ہزار گونہ تمنا نوشتہ ایم
رُوے نکو معالجۂ عمرِ کوتہ ست — این نسخہ از علاجِ مسیحا نوشتہ ایم
ہر گہ کہ کردہ ایم روان کشتیِ امید — طوفانِ باد ز شور بدریا نوشتہ ایم
تحقیقِ حالِ ما ز نگہ میتوان نمود — حرفے ز حالِ خویش بسیما نوشتہ ایم

نظیری

دیگر ز نقشِ نامۂ اعمالِ ما مپرس — نظّارۂ بلوحِ تماشا نوشتہ ایم
مغنی سوادِ نامہ اشک چکیدہ کیست — غمنامہ ہا بخونِ تمنا نوشتہ ایم
در مکتبِ نیاز چہ حرف و کدام صوت — چون نامہ سجدہ الیست کہ ہر جا نوشتہ ایم
دستے اگر بلند کند، بر ہمین بس است — تا روز شب شود، چہ دعا ہا نوشتہ ایم
بیدل! مآلِ سرکشیِ اعتبارِ ما — پیش از فنا ز نقشِ کفِ پا نوشتہ ایم

بیدل

ص ۱۱۵

کردہ گل سوزِ محبت، داغدار افتادہ ام — لالہ زار از دیگران در شعلہ زار افتادہ ام
اضطرابِ من ندارد آفتِ تسکین ز پے — خوش دلم در بیقراری، بر قرار افتادہ ام
دیر تر می آید و چون در دلِ خود میکنم — وعدہ پی رفتہ ام در انتظار افتادہ ام
دیدہ بودی در میانِ درد و بلا ہم صحبتم — عزلتم بین کز ہمہ چون برکنار افتادہ ام

ظہوری

ص ۱۱۶

از دمِ تیغِ نگاہ، تن بہ تپیدن دہم — سرمۂ حیرت کشم دیدہ بدیدن دہم
از روشِ جلوۂ آہ، براہ افگنم — در خلشِ غمزۂ، خون بچکیدن دہم
بندِ نقابے کشم تیغ و ترنج آورم — یوسف و یعقوب را کف ببریدن دہم
گوشۂ دامانِ آہ ماندہ تر کوہِ ضعف — اشکِ سبک گام را پائے دویدن دہم

ضمیمہ

توبۂ پرہیز را کردۂ شکستن درست — محضرِ ناموس را زیبِ دریدن دہم
آمدہ نزدیکِ لب حرفِ کسے دور نیست — کہ بُنِ ہر موے را گوشِ شنیدن دہم

ظہوری

(ردیف کے فرق کے باوجود غزل قابلِ موازنہ ہے۔ مولف)

ص ۱۱۹

ہمیشہ گریۂ تلخے در آستین دارم — بہ نرخِ زہر فروشم، گرانگبین دارم
کسے کہ خانہ بہمسایگیِ من گیرد — مدام خوش دلش از نالۂ حزین دارم
نہ باگلم نظرے، نے بصوتم آہنگے — شکستہ بالم و صیاد در کمین دارم
مرا بسادہ دلیہاے من توان بخشید — خطا نمودہ ام و چشمِ آفرین دارم
دلم رفیقِ سمندر مزاج می طلبد — سمومِ غیرت و وادیِ آتشین دارم
زدیر بابُت و پیمانہ میبردِ عشقم — خجالت از رخِ مردانِ راہِ دین دارم
بدستِ ہر کہ فتد جرعۂ، حریفِ منست — ندیمِ میکدہ ام، دل چرا غمین دارم
سرم بکار نظیری فرو نمی آید — کہ داغِ بندگیِ عشق بر جبین دارم

نظیری

ص ۱۲۳

من روز رہ خانۂ خمار ندانم — مستیِ طرب جز بشبِ تار ندانم
مست آمدم و مست ازین مرحلہ رفتم — من قافلہ و قافلہ سالار ندانم
نے کسبِ کمانے شد و نے طے مقامے — از راہ بجز جنبش و رفتار ندانم
چون کودکِ پُر خشم بود گریہ حدیثم — صد عرض ہوس دارم و گفتار ندانم
خاموش زغوغا کہ، درین باغ نظیری — یک نغمہ بصد شاخ سزاوار ندانم

نظیری

ص ۱۲۴

طے نشد راہِ حرم خود در بپرواز افگنم   باجرس در نالہ آوازے بر آواز افگنم

در تلاشِ محرمے طبعِ صبا باید گرفت   پردہ شاید، از جمالِ شاہدِ راز افگنم

پیش میباید فتاد از خویش در راہِ طلب   خویش را تا ہر زمان صد سالۂ باز افگنم

معنیِ دارد صفیرِ طائرانِ صبح خوان   خوابِ غفلت تا یکے، گوشے بر آواز افگنم

دل بہ پیکان نسبتے دارد، بیا تا خویش را   بر سرِ راہے نگاہِ ناوک انداز افگنم

راز عریان میشود بر روے شرحِ داستان   پردۂ رمزے بدفعِ چشمِ غماز افگنم

ظہوری

ص ۱۲۶

گر باین واماندگی مطلق عنان خواہم شدن   گامِ اول در رہت سنگِ نشان خواہم شدن

جبہۂ من در کمینِ سجدۂ فرسودہ است   عالمے را قبلہ ام گر آستان خواہم شدن

بیدماغی فرصتم سوداے استقبالِ کیست   تا ہما آید بپرواز استخوان خواہم شدن

باچنین ضعفے کہ سازش جز شکستِ رنگ نیست   گر بگردون ہم برآیم کہکشان خواہم شدن

منکہ از خود رفتنم دشوار می آمد بچشم   محرمِ طرزِ خرامِ او چسان خواہم شدن

میکشم عمریست بیدل خجلتِ نشو و نما   در عرق مانندِ شمع آخر نہان خواہم شدن

بیدل

ص ۱۲۷

سیرِ دیر و کعبہ جز آوارگیہایم نخواست   شد ہوا گیر از غبارِ این مکانہا جاے من

از غبارِ شیشہ، ساعت قدح پُر میکنم   خشکیِ این بزم نگذاشت در صہباے من

فرصت از کف رفت، دل کارش نکرد، افسوس من!   کاروان بگذشت و من در خوابِ مُردم، واے من!

بیدل

ضمیمه

ص ۱۲۸

چند فارغ از نشاطِ درد و درمان زیستن ‌ همچو خونِ مرده زیرِ پوست پنهان زیستن
شوق و این ناآشنائی، عشق و این بی‌نسبتی ‌ تشنهٔ دیدار، وانگه در بیابان زیستن
خوبی از اندازه بیرون می‌بری انصاف نیست ‌ دشمنِ جان بودن و شیرین‌تر از جان زیستن
دیده پُر اشک و زبان پُر شکر مشکل حالتیست ‌ با چنین نازک دلیها سخت پیمان زیستن
عیشِ میخوارانِ مفلس را چراغِ خلوتم ‌ باید از خانهٔ همسایه پنهان زیستن
تا سحر در سازِ صحبت تا بشب در گشت و سیر ‌ همچو گل طرفی نبستم از پریشان زیستن

نظیری

ص ۱۲۹

چه خوش ست از دو یکدل سرِ حرف باز کردن ‌ سخنِ گذشته گفتن گله را دراز کردن
گہے از نیازِ پنہان نظرے بہ مہر دیدن ‌ گہے از عتابِ ظاہر نگہے بہ ناز کردن
اثرِ عتاب بردن ز دل ہم اندک اندک ‌ بہ بدیہہ آفریدن بہ بہانہ ساز کردن
تو اگر بجور سوزی، بجفا کشان نباید ‌ بجز از دعاے جانت ز سرِ نیاز کردن
نہ چنان گرفتہ جا بہ میانِ جانِ شیرین ‌ کہ توان نژاد جان را ز ہم امتیاز کردن
ز خمارِ مے ندارم سر و برگِ سجدۂ بت ‌ دل و خاطرِ پریشان نتوان نماز کردن
تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری ‌ بخدا کہ واجب آید ز تو احتراز کردن!

نظیری

ص ۱۳۱

غم اگر باقیست رنجشہا کہن خواہد شدن ‌ آن لبانِ تلخ گو شیرین سخن خواہد شدن
باز خواہد آمدن از نقش بازیہا خیال ‌ این دو چشمِ بتگرِ من بت‌شکن خواہد شدن
پاسخِ گفتارِ زشتِ ما ہم استغفارِ ماست ‌ کے صنم گویا بکفرِ برہمن خواہد شدن
باز عشقِ حیلہ‌گر شاہد فریبی می‌کند ‌ یوسفے ہر گوشہ در چہ بے رسن خواہد شدن

منکہ از گم کردہ یارِ خود نمی یابم نشان
گر بہ بیت اللہ روم، بیت الحزن خواہد شدن

من کجا و عیش و مستی بادہ بر من زہر باد
بے تو گر شکر خورم، تلخم دہن خواہد شدن

اسمِ اعظم ثبتِ لعلِ تست، پاکش وارہان
این نگین روزے نصیبِ اہرمن خواہد شدن

جیبِ ماتم دیدگان چاکست تا دامانِ حشر
شاہدِ حالِ نظیری پیرہن خواہد شدن

نظیری

ص ۱۳۵

در شہر و کُو ہنگامہا بہرِ تماشا کردۂ
تا خلق را ظاہر کنی صد فتنہ برپا کردۂ

وسواسیانِ عقل را در قیدِ شرع افگندۂ
سودائیانِ عشق را سر گرمِ سودا کردۂ

روزِ قیامت ہم عجب گر کامِ مشتاقان دہی
تو کز فریبِ وعدۂ دلہا شکیبا کردۂ

در خلوت و عزلت ز تو غائب نمیگردد کسے
صد عابدِ مستور را در شہر رسوا کردۂ

نے یار و محرم راگزر، نے صبر و راحت را مقر
آخر در ین ویرانہ دل تنہا چسان جا کردۂ

ترسم کہ در روزِ جزا گیرند خلقے دامنت
با دیگران بارے مکن جورے کہ با ما کردۂ

نظیری

ص ۱۳۷

سر وا دۂ دبند نہانی نہادۂ
دل بردۂ و داغِ نشانی نہادۂ

گر در رہِ وفا قدمے بر گرفتۂ
بر خود ہزار کوہِ گرانی نہادۂ

ارزان مکن کرشمہ و شوخی کہ بر دلم
مہرے کہ بیش ازان نتوانی نہادۂ

فارغ نمیشویم کہ در آب و خاکِ ما
تخمِ ہزار دل نگرانی نہادۂ

بلبل خمش نمیشود ای غنچہ لب بگو
در خردہ ہاے گل چہ معانی نہادۂ

نظیری

ضمیمہ

ص ۱۴۱

عزتم شد عزتے از خوارے　　گشت آسان بود گر دشوارے

مژدہ از من بختِ خواب آلودہ را　　بستہ ام افسانۂ بیدارے

در زمینِ سینہ کشتیم تخمِ داغ　　دارد ابرِ دیدہ اخگر کارے

از برائے صبرِ نافرمانِ خویش　　مینویسم نامۂ بیزارے

آرزوے یارے دارم زیار　　کاش می آمد زمن اغیارے!

بعلاجم در خوش آمد ہاے غیر　　عشق دارد نیز دنیا دارے

ظہوری

(بحر کے فرق کے باوجود غزل قابلِ موازنہ ہے۔ مؤلف)

غالب صدی
کے
موقع پر یونیورسٹی کا اشاعتی پروگرام

۱۔ غالب کی فکر

۲۔ غالب کا فن

۳۔ غالب کے رسائل

۴۔ غالب کا اثر اردو ادب پر

۵۔ غالب کی فارسی شاعری (انگریزی)

۶۔ غالب کی خود نوشت سوانح عمری (انگریزی)

۷۔ غالب کے منتخب اردو خطوط

۸۔ غالب کے منتخب اردو خطوط (دیوناگری میں)

۹۔ نامۂ غالب

۱۰۔ غالب ببلیوگرافی (اردو)

۱۱۔ غالب کے منتخب اشعار کا انگریزی ترجمہ

۱۲۔ انتخاب فارسی قطعات و رباعیات و قصاید و مثنویات